نصرة میگزین

ذی الحجہ 1442ھ – محرم 1443ھ | جولائی–اگست 2021ء

شمارہ-61

قرآن کریم، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دائمی معجزہ

مغرب کے زوال میں امریکہ آگے آگے

کشمیر کو دفن کر کے ہندو ریاست کے آگے گھٹنے ٹیکنا مردود عمل ہے

پاکستان کے حکمران بے رحمی سے غریب اور قرض داروں پر ٹیکس کا بوجھ لاد رہے ہیں تاکہ سود خوروں کی جیبوں کو بھر سکیں

فہرست

اداریہ 3

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(216-218) 5

ہمارے چاروں طرف پھیلے تخلیق کے شواہد کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشادات 21

عبدالحمید دوئم 30

مغرب کے زوال میں امریکہ آگے آگے ہے،ایک ایسا موقع جس کا مسلمانوں کو ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے 39

کشمیر کو دفن کر کے ہندو ریاست کے آگے گھٹنے ٹیکنا مردود عمل ہے 62

قرآن کریم،اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دائمی معجزہ(اعجاز اور چیلنج) 66

اسلام، مسلمان اور سائنس 75

پاکستان کے حکمران بے رحمی سے غریب اور قرض داروں پر ٹیکس کا بوجھ لاد رہے ہیں تا کہ سود خوروں کی جیبوں کو بھر سکیں 80

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دعوت 85

سوال وجواب: صرف خلیفہ ہی شرعی قوانین کی تبنی کا حق رکھتا ہے 93

سوال وجواب: روس اور چین کے لیے امریکی پالیسی 96

سوال وجواب: دو حدیثوں "کیا خیر کے بعد شر ہو گا" اور "پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہو گی" کو جمع کرنے سے متعلق 109

میڈیا سرگرمیاں: ہر بجٹ میں پاکستان کے حکمران پاکستان کو آئی ایم ایف کی تباہ کن پالیسیوں میں جکڑ کر اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ معاشی بدحالی کا سلسلہ جاری وساری رہے 117

اداریہ

پاکستان کے مسلمانوں کے حکمرانوں کی طرف سے معیشت اور امن وامان پر غفلت برتنے کے نتیجے میں عوام میں پایا جانے والا غم وغصہ بجا ہے۔ حکمرانوں کی یہ غفلت محض نااہلی کی وجہ سے نہیں بلکہ مغربی استعماری ریاستوں کے قائم کردہ ورلڈ آرڈر کی تابعداری کی وجہ سے ہے۔

معیشت کے میدان میں پاکستان کے حکمرانوں نے 30 کھرب روپے کے سود کی ادائیگی کا عزم کیا ہے، جبکہ ٹیکس کا کل ہدف 60 کھرب روپے ہے۔ یہ کہنے کی بجائے کہ اسلام سود سے قطعی طور پر منع کرتا ہے اور تمام سودی ادائیگیاں روک دی جائیں گی، حکمرانوں نے مالیاتی خسارے کے 35 کھرب کے نقصان کو مزید سودی قرضوں سے پورا کرنے کی ٹھانی ہے۔ ایسا کرنے سے وہ اس اقتصادی ورلڈ آرڈر کی اتباع کر رہے ہیں جو استعمار نے اسی لیے بنایا ہے تا کہ ہر گزرنے والی دہائی کے ساتھ پاکستان سودی قرضوں کی دلدل میں دھنستا چلا جائے۔ 1971 میں پاکستان کا قرضہ 30 ارب روپے تھا جو اب 400 کھرب روپے تک پہنچنے والا ہے، اور یہ ہزار گنا سے بھی زیادہ اضافہ ہے!

موجودہ اقتصادی آرڈر کی اتباع کرنے سے پاکستان کے حکمرانوں نے پاکستان کو مزید قرضوں میں ڈبو دیا ہے جس کے باعث مزید سود ادا کرنا پڑے گا اور اس سود کی ادائیگی کیلئے کمر توڑ ٹیکسوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ موجودہ اقتصادی آرڈر فوجی قبضے والی براہِ راست استعماریت کا ہی تسلسل ہے، یعنی یہ اقتصادی آرڈر اتفاقی طور پر ترتیب نہیں پایا بلکہ اسے ترتیب دیا گیا ہے۔ اب یہ نئی استعماریت ہے جہاں مغرب کے غلبے کے لیے اقتصادی غلامی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

امن وامان کے میدان میں پاکستان کے حکمرانوں نے شرم ناک حد تک اسلام کی حرمتوں سے غفلت برتی ہے۔ کشمیر کو مودی کے حوالے کرنے کے بعد انھوں نے یورپی پابندیوں کے ڈر کا شور مچا کر رسول اللہ ﷺ کی توہین پر فرانسیسی سفیر کو بے دخل کرنے کے مطالبے کے خلاف مزاحمت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی حرمت کا سودا کرنے کے بعد انھوں نے فاصلے کی دوری کا بہانہ بنا کر پاک فوج کے مسجدِ اقصیٰ کو آزاد کرانے کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کی۔

ان کی یہ غفلت اس مغربی عالمی آرڈر کی بے دھڑک اتباع کی وجہ سے ہے جو خلافت کے خلاف صلیبی جنگوں کی میراث ہے۔اپنی ساخت کے اعتبار سے عالمی امن وامان کا آرڈر مغربی غلبے کو ہی یقینی بناتا ہے ،اور مسلمانوں کو اپنی حرمتوں سے دست بردار کرتا ہے۔اسی وجہ سے پاکستان کے حکمران مودی کے کشمیر پر قبضے کے باوجود تحمل کی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہیں، بلکہ اب تو وہ اس خطے میں امریکہ کی مستقل موجودگی کو یقینی بنانے کیلئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں جبکہ وہ یہاں سے ذلیل ہو کر نکلنے کے قریب ہے۔پاکستان کے حکمران مسجدِ اقصی کے معاملے میں فاصلوں کی دوری اور علاقائی حدود کا راگ الاپتے ہیں، جبکہ مقبوضہ کشمیر کی آزادی تو علاقائی، فاصلوں، صلاحیت اور موقع کے اعتبار سے ان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔

ان حکمرانوں سے تو مسلمان صرف ذلت اور کنجوسی ہی کی امید کر سکتے ہیں، جو کہ مغربی استعمار کے ظالمانہ قوانین کے ذریعے حکومت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی صورتحال صرف تبھی بہتر ہو سکتی ہے جب وہ اپنے اوپر ایسے حکمران لے کر آئیں جو ان کے دین کے ذریعے ان پر حکومت کریں۔یہ صرف خلافت ہی ہو گی جو سودی ادائیگیوں کو رد کرے گی اور سود کے استعماری چنگل سے نکلنے کے ساتھ ساتھ ایسے محاصل پیدا کرے گی جنھوں نے صدیوں تک خلافت کے ذریعے اسلام کو غالب کیے رکھا۔یہ خلافت ہی ہو گی جو مسلم افواج کو عالمی قوانین کی بیڑیوں سے آزاد کر دے گی تاکہ وہ دعوت وجہاد کے ذریعے پوری دنیا تک اسلام کو پھیلا سکیں۔

فہرست

تفسیر سورۃ البقرۃ-(216-218)

جلیل قدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(216) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (217) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (218)

"تم پر (دشمنوں سے) جنگ کرنا لکھ دیا گیا ہے، اور وہ تم پر گراں ہے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُرا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور (اصل حقیقت تو) اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے (۲۱۶) لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین چیز ہے۔ اور یہ (کافر) تم لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم کو تمہارا دین چھوڑنے پر آمادہ کر دیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دین چھوڑ دے اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے، تو ایسے لوگوں کے اعمال دُنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (۲۱۷) (اس کے برخلاف) جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، تو وہ بے شک اللہ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے"

ان آیات کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کئی شرعی احکام ذکر فرمائے ہیں، یہ بھی اسی سیاق کے ذیل میں ہیں جو ہم نے پہلے ذکر کیا تھا:

1- یعنی یہ کہ جہاد فرض ہے، آیت اس پر دلالت کرتی ہے، بشمول ان دیگر دلائل کے جو جہاد کے موضوع سے متعلق مشہور و معروف ہیں۔ جہاں تک اس آیت کے اندر جہاد کی فرضیت پر دلالت کا تعلق ہے تو اس کی وجہ:

ا۔ اس آیت میں (**كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ**) "تم پر قتال فرض کیا گیا ہے"، آیا ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو قتال کا حکم ہے، تو یہ قتال کی طلب ہے۔

ب۔ اللہ تعالیٰ نے (**وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ**) "اور وہ تم پر گراں ہے"، کا ذکر کیا ہے، یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ یہ طلب جازم ہے، یعنی فرض ہے، وجہ یہ ہے کہ (كُرْهٌ) کا مطلب ہے مشقت، اور مشقت کے باجود طلب، طلب جازم (حتمی مطالبہ) کی دلیل ہے، ورنہ مشقت کا ذکر بے معنی ہوتا، کیونکہ مشقت کے باوجود اگر طلب جازم نہ ہو تو مکلف یہ کر سکتا ہے کہ وہ اس حکم پر عمل نہ کرے، اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ **کرہ** یعنی مشقت کا ذکر بے معنی ہو جائے گا۔

چونکہ طلبِ فعل کے ساتھ مشقت کا بھی ذکر کیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ یہ جزم کا قرینہ ہے اور یہ کہ یہاں طلب جازم ہے، چنانچہ جہاد فرض ہے، فقہ میں یہی مذکور ہے۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا کہ انسانی نفس کو کبھی ایسی بھی چیز ناگوار گزرتی ہے، جس کا کرنا اس کے لیے مشکل ہو، حالانکہ اس میں بڑا اجر ہوتا ہے چنانچہ ہوتا یوں ہے کہ وہ وقتی حالات سے زیادہ متاثر ہو جاتا ہے، بنسبت اس کے کہ جتنا اس پر ملنے والے اجر سے اس کو متاثر ہونا چاہیے۔ یوں بھی ہوتا ہے کہ انسانی نفس بسا اوقات ایسی چیز کو پسند کرے جو اس کے لیے کرنا آسان ہو، مگر انجام کے اعتبار سے اس میں شر ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ: ممکن ہے کہ تم لوگ جہاد میں موجود مشقت کو ناپسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے لیے خیر ہے، کیونکہ یہ کامیابی، عزت اور اشاعت اسلام کا راستہ ہے، یہ دو بھلائیوں کا راستہ ہے؛ یعنی شہادت یا کامیابی میں سے ایک

بھلائی۔ اور ممکن ہے کہ تم آرام وراحت اور ترکِ قتال کو پسند کرو، جبکہ اس میں تمہارے لیے شر ہی شر ہے، کیونکہ یہ راستہ ذلت، شرم اور دشمن کو اپنے خلاف دلیر اور لالچی بنانے کا راستہ ہے۔

اگراس کو اپنی خواہش کی وجہ سے چھوڑ دو، تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، اور اگر اللہ کی طرف سے عائد شدہ فرض کی اتباع کی تو تم کامیابی پاؤ گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ غیب کی باتوں کو جاننے والا ہے: (**وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**)" اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو"۔

2-دوسری آیت میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے: کہ کیا حرمت والے مہینوں میں قتال جائز ہے؟ سو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ حرمت والے مہینوں میں قتال کرنا گناہ کبیرہ ہے، لیکن گناہ کے اعتبار سے مشرکین کا عمل اس سے بھی بڑا ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں اور اس کے راستے اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں، اس طرح انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو اس سے نکالا تھا، اسی طرح ان مشرکوں نے مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے جو کوششیں کیں، یہ تمام باتیں حرمت والے مہینوں میں قتال کرنے سے بڑے گناہ ہیں۔

پھر اللہ سبحانہ نے اس آیت کریمہ میں بیان کیا کہ کفار کبھی بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑائی نہیں چھوڑیں گے، حتیٰ کہ اگر ان سے ہو سکے تو مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر دیں، لیکن اللہ کے فضل سے وہ ہرگز ایسا نہیں کر پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کا اختتام اس بات سے کیا ہے کہ جو شخص دین سے پھر جائے یعنی مرتد ہو جائے اور اسی ارتداد پر اس کو موت آجائے تو ایسے آدمی کا عمل دنیا و آخرت میں اکارت ہو گا، وہ اہل دوزخ میں سے ہو گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا۔

(يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ) یعنی آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کے بارے میں پوچھتے ہیں، قتال یہاں الشَّهْرِ الْحَرَامِ سے بدل اشتمال ہے۔

یہ سوال کرنے والے کفارِ قریش کے ایک وفد سے تھے، جیسا کہ زہری نے عروہؓ سے روایت کی ہے: وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ سوال لے کر آئے کہ: کیا شہر حرام میں قتال حلال ہے؟ (تفسیر طبری: 2/347، ابنِ ہشام:

رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن جحشؓ کو نخلہ کی طرف ایک سریہ (مہم) پر روانہ کیا، آپ ﷺ نے ان سے کہا: ((**كن حتى تأتينا بخبر من أخبار قريش، ولم يأمره بقتال**)) ''آپ وہاں رہو تا کہ ہمارے پاس قریش کے احوال پہنچالاؤ، ان کو قتال کا حکم نہیں دیا تھا''، جیسا کہ ابنِ اسحاق اور بیہقی وغیرہ نے زید بن رومان سے عروہ بن زبیرؓ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ (("**أن رسول الله** ﷺ **قد بعث عبد الله بن جحش** ؓ **ومعه ثمانية رجال من المهاجرين وذلك في رجب - الشهر الحرام - ولم يأمره بقتال وكتب له كتابا قبل أن يعلمه أين يسير، فقال: اخرج أنت وأصحابك حتى إذا سرت يومين فافتح كتابك وانظر فيه فما أمرتك به فامضِ له ولا تستكره أحداً من أصحابك على الذهاب معك، فلما سار يومين فتح الكتاب فإذا فيه "أن امضِ حتى تنزل نخلة فأتنا من أخبار قريش بما اتصل إليك منهم**")) رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن جحشؓ کو بھیجا، ان کے ساتھ مہاجرین کے آٹھ افراد تھے، یہ رجب کا مہینہ تھا، اور یہ مقدس مہینوں میں سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو قتال کا نہیں کہا، اس کو ایک خط لکھ کر دیا اور یہ نہیں بتایا کہ انہیں کس سمت میں جانا ہے۔ پھر فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی چلتے رہیں، جب دو دن سفر کر چکو تو خط کو کھول دینا، پھر جو اس میں لکھا گیا ہے پڑھ لینا، اور جو حکم میں نے دیا ہے اس پر عمل کرنا، اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا، تو جب عبد اللہ بن جحشؓ نے دو دن تک سفر کیا تو خط کھول دیا، اس میں لکھا تھا: چلتے رہو یہاں تک کہ نخلہ جا اُترو اور قریش کی خبروں سے آگاہ کرتے رہو''۔ عبد اللہ بن جحشؓ نے رسول اللہ ﷺ کا حکم جوں کا توں پورا کیا، جب وہ نخلہ اُترے تو وہاں عمرو بن حضرمی کو چند آدمیوں کے ساتھ گذرتے دیکھا، یہ لوگ قریش کے ایک قافلے کو لے کر جا رہے تھے، قافلے کے اونٹوں پر کشمش اور دیگر تجارتی سامان لدا ہوا تھا، مسلمانوں نے ان کا راستہ روکا اور عمرو بن حضرمی کو قتل کیا، اور اس کے ساتھیوں میں سے دو آدمیوں کو قیدی بنالیا، یہ واقعہ ماہ رجب کے آخری دن پیش آیا، وہ اونٹوں اور دونوں قیدیوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **والله ما أمرتكم بقتال في الشهر الحرام. وأوقف رسول الله الأسيرين والبعير ولم يأخذ منها شيئاً**، ''اللہ کی قسم میں نے تمہیں شہرِ حرام (حرمت کے مہینے) میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں قیدیوں اور اونٹوں کو کھڑا کیا، ان میں سے کوئی چیز

نہیں لی"۔ اس موقع پر وہ (عبد اللہ بن جحشؓ) پریشان ہوئے اور انہیں یقین ہونے لگا کہ وہ ہلاکت میں پڑ گئے، مسلمان بھی ان سے ترش روئی سے پیش آئے، جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو اُنھوں نے کہا: یقینا محمد (ﷺ) نے قابل احترام خون بہایا، مال لیا اور آدمیوں کو بھی اسیر بنالیا، شہر حرام کو حلال کیا، تو اس پر یہی آیت نازل ہوئی۔

زہری نے عروہ سے روایت کی ہے کہ جب کفارِ قریش کو اس سانحے کی اطلاع ہوئی تو ان کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ: کیا حرمت والے مہینے میں قتل و غارت جائز ہے؟ اس سوال کا مقصد مسلمانوں کو اس کام پر عار دلانا تھا، سو یہ آیت اتری۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اونٹ لے لیے اور اسیروں کا معاوضہ بھی قبول کر لیا۔

روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ قافلے کا راستہ روکنا اور قتل دونوں رجب کے پہلے دن ہوئے تھے اور سرِیّہ جمادی الثانی کے مہینے میں بھیجا گیا تھا، اگر ایسا ہو تب بھی شان نزول میں اتنا فرق نہیں ہوگا کیونکہ واقعہ دو موقعوں، رجب کے شروع اور اس کے آخر میں، کے متعلق ہے اور رجب حرمت والا مہینہ ہے۔

3- آیت کریمہ سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ حرمت والے مہینے میں قتل حرام ہے اور اس کا بڑا گناہ ہے (**قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ**) "(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجئے کہ اس (مہینے) میں قتال کبیرہ (گناہ) ہے"، لیکن اللہ سبحانہ کفار قریش کو واضح فرماتے ہیں کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے کفر، اللہ کے راستے اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکنا، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو نکالنا، اور مسلمانوں کو فتنے میں ڈالنے کے لیے مشرکین کی وہ دیگر کوششیں جن میں انہوں نے اپنی ساری توانائیاں جھونک دیں، یہ سب اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے، اس وجہ سے مشرکین کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو حرمت والے مہینے میں قتال کا الزام دینے سے پہلے اپنے آپ کا جائزہ لیں، اپنے جرائم پر نظر ڈالیں جو انہوں نے اللہ، اس کے رسول ﷺ، حرم اور مسلمانوں کے خلاف کیے، تاکہ انہیں پتہ چلے کہ ان کے جرائم حرمت والے مہینے میں قتال سے کئی گنا بڑے ہیں۔

(وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ)، "مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین چیز ہے"، یعنی کفارِ قریش حرمت والے مہینے میں قتال کو تو اچھالتے ہیں مگر جو جرائم انہوں نے کیے ہیں ان کا ذکر نہیں کرتے، جو حرمت والے مہینے میں قتال سے بدر جہا بد تر ہیں۔ وہ جرائم اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنا، اور اللہ سے کفر اور مسجد حرام سے روکنا اور حرم والوں کو وہاں سے نکالنا اور لوگوں کو دین کے بارے میں آزمائش میں ڈالنا ہیں۔

(وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) اس کا عطف (conjunct) **(سَبِيلِ اللَّهِ)** پر ہے، اس کا عطف لفظ **بِهٖ** میں ضمیر مجرور (genitive pronoun) پر نہیں، کیونکہ (عربی زبان کے قواعد کے مطابق) جب تک حرف جر (genitive particle) کو مکرر نہ کیا جائے، ضمیر مجرور (genitive pronoun) پر عطف (conjunct) درست نہیں، چنانچہ (مَرَرتُ بِہٖ وَزَیدٍ) کہنا درست نہیں، (مَرَرتُ بِہٖ وَبِزَیدٍ) "میں اس کے اور زید کے پاس سے گزرا" کہنا جائز ہے، دوسری وجہ یہ کہ یہاں معنوی دلالت اس کو زیادہ راجح قرار دیتی ہے کہ یہ **(سَبِيلِ اللَّهِ)** "اللہ کے راستے میں" پر معطوف ہے، اس صورت میں معنی یوں ہوں گے: (وصد عن سبیل اللہ والمسجد الحرام)، یعنی (صد عن المسجد الحرام) (یعنی مسجد حرام سے روکنا) اس طرح عطف کرکے مطلب پر اس کی دلالت زیادہ راجح ہے، بنسبت ضمیر پر عطف کرنے سے، کیونکہ تب معنی یوں ہوں گے: (وصد عن سبیل اللہ وکفر باللہ وکفر بالمسجد الحرام) "اللہ کے راستے سے روکنا اور اللہ سے کفر سے اور مسجد حرام سے کفر سے"، یعنی مسجد حرام سے کفر، ضمیر پر عطف کی صورت میں کفر کی نسبت مسجد حرام کی طرف ہوگی، یہ مرجوح ہے بنسبت صد عن المسجد الحرام کے۔ یعنی مسجد حرام سے روکنا۔

اس طرح آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ حرمت والے مہینے میں قتال حرام ہے، لیکن انہوں نے جو کفر، رکاوٹ اور فتنہ ڈالنے کے کام کیے ہیں، ان کا گناہ اس سے بہت بڑا اور گھناونے جرائم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ابنِ حضرمی کے خون کی دیت دی، چنانچہ اس کی دیت اس کے ورثا کو دی کیونکہ وہ شہر حرام (حرمت والے مہینے) میں قتل کیا گیا تھا، جس میں قتال درست نہیں، شہر حرام میں قتال حرام ہی رہا مگر بالآخر منسوخ کیا گیا، جیسے کہ ہم بعد میں اس کو واضح کریں گے، ان شاءاللہ!

4- اللہ سبحانہ نے مسلمانوں کے ساتھ کفار کی شدید دشمنی کو بیان فرمایا ہے، کہ کفار کبھی بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑائیاں لڑنا نہیں چھوڑیں گے، حتیٰ کہ اگر ان کا بس چلے تو ان کو ان کے دین سے پھیر دیں۔ پھر اللہ سبحانہ نے مسلمانوں میں سے مرتد ہونے والوں اور اسی ارتداد کی حالت پر مرنے والوں کا انجام بیان کیا ہے، کہ ان کے اعمال رائیگاں ہیں، ان کا گناہ عظیم ہے اور یہ لوگ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ (العیاذ باللہ)

یہاں **(حتیٰ یردوکم)** "**جب تک وہ تمھیں واپس نہ موڑ دیں**"، یہاں حتیّ تعلیل legal reasoning کے لیے ہے، یعنی وہ لوگ تم سے قتال کریں گے "تا کہ" تمہیں اپنے دین سے برگشتہ کر دیں۔

(اِنِ اسۡتَطَاعُوا) یعنی ان کی وسعت میں یہ بات نہیں، جیسے کوئی اپنے دشمن سے کہے "اگر تم نے مجھے قابو کر لیا تو کسر نہ چھوڑنا" وہ ایسا اس وجہ سے کہتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ دشمن اس پر کبھی بھی قابو نہیں پا سکتا۔

اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ کفار چاہے جتنے بھی مکر، سازشیں بنیں اور جنگیں لڑیں، وہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر دینے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے، اس میں کفار کی مسلمانوں کے ساتھ سخت دشمنی پر بھی دلالت ہے
۔

(وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ) "**اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دین چھوڑ دے اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے، تو ایسے لوگوں کے اعمال دُنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔**"

اس آیت میں اس شخص کی حالت بیان کی گئی ہے جو مرتد ہو کر کفر پر مر جائے، ایسے آدمی کے حوالے سے دو چیزیں بتائی ہیں:

ا۔ اس کا عمل برباد ہو گا، پس مرتد ہونے سے پہلے جو اعمال اس نے کیے، وہ ایسے ہیں گویا اس نے کیے ہی نہیں، یعنی اگر اس نے ردت سے قبل حج کیا ہو، تو اس کا حج باطل اور ضائع ہو گا۔

ب۔ وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہے گا، کیونکہ وہ کفر پر مرا۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ سبحانہ نے ارتداد پر موت کو اعمال کے ضیاع کے لیے شرط قرار دیا ہے، کیونکہ آیت صرف اتنی نہیں کہ **(وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ)**" اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دین چھوڑ دے اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے، تو ایسے لوگوں کے اعمال دُنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہو جائیں گے "، کیونکہ ایسا ہوتا تو پھر یہ ہوتا کہ صرف مرتد ہو کر مرنے سے اعمال ضائع ہوتے، جبکہ آیت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ **(وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ)** ''ایسے لوگ دوزخ والے ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔'' یعنی اس آیت نے دو چیزوں کو دو چیزوں پر مرتب کیا ہے:

یہ کہ وہ مرتد ہو جائے اور اسی حالت پر مر بھی جائے، اس پر عمل کا ضیاع اور خلود فی النار مرتب کیا ہے۔ یعنی عمل کا اکارت ہونا اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا۔

یہ بات کہ موت سے پہلے فقط مرتد ہو جائے تو ایسے آدمی کے بارے میں دوسری آیات میں بتایا ہے کہ: **(ومن يكفر بالايمان فقد حبط عمله)** (المائدہ: 5)۔ اسی طرح **(لئن اشركت ليحبطن عملك)** الزمر 65، جس کے معنی ہیں کہ جو شخص مرتد ہو جائے تو اس کے اعمال ضائع ہوں گے، پس اگر اس نے ارتداد سے قبل حج کیا ہو پھر وہ دوبارہ اسلام کی طرف رجوع کرے، تو اس پر نئے سرے سے حج کرنا لازم ہو گا۔

اگر وہ مرتد ہو جائے اور اسی پر اسے موت بھی آ جائے تو اس کا عمل رائیگاں ہو گا اور ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں جلتا رہے گا۔

5-اس آیت کے منسوخ یا غیر منسوخ ہونے کے بارے میں روایات آئی ہیں، راجح یہ ہے کہ آیت (**يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ**)"وہ آپ ﷺ سے حرمت والے مہینے میں قتال کرنے سے متعلق سوال کرتے ہیں"، سورہ توبہ میں وارد آیات کی وجہ سے منسوخ ہے۔

کیونکہ مذکورہ آیت ہجرتِ مدینہ کے اوائل میں نازل ہوئی تھی، یعنی معرکہ بدر سے پہلے، جبکہ حرمت والے مہینے میں قتال حرام ہی رہا، سوائے دو صورتوں کے:

ا۔ یہ کہ کفار شہر حرام (حرمت والے مہینے) میں قتال میں پہل کریں، یہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے **الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ**"حرمت والے مہینے (میں قتال) حرمت والے مہینے (میں کئے گئے ظلم) کیلئے ہے اور حرمات کی پامالی کیلئے بدلہ ہے" (البقرة: 194)، ہم اس سے پہلے اس آیت کا مطلب بیان کر چکے ہیں۔

ب۔ یہ کہ قتال حرمت والے مہینے کے علاوہ کسی اور مہینے میں شروع ہوا ہو، اور حرمت والے مہینے کے داخل ہونے سے پہلے بند نہ ہو، تب اس کو حرمت والے مہینے میں بھی جاری رکھنا جائز ہوگا، بشرطیکہ خارجہ پالیسی اس کا تقاضا کرے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فتح مکہ کے بعد طائف کا محاصرہ کرنا اور معرکہ حنین ہے، جب بنو ثقیف نے طائف کی طرف پسپائی کی اور وہاں قلعہ میں محصور ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے قلعے کا محاصرہ کیا، اس دوران حرمت والا مہینہ آگیا، اور محاصرہ جاری رہا۔

اور ہم نے سابقہ آیت کی تفسیر میں یہی بیان کیا تھا۔

ان دو حالتوں کے علاوہ میں، حرمت والے مہینے میں قتال شروع کرنا یا حرم میں قتال کرنا ان دو آیتوں کے نص سے حرام کیا گیا۔ یہ حکم مسلسل اس وقت تک رہا جب رسول اللہ ﷺ پر سورہ توبہ نازل ہوئی، اس کے بعد حرم اور حرمت والے مہینے میں قتال جائز ہوگیا، جب حربی یعنی جنگی حکمت عملی اس کا تقاضا کرے۔ اس کی دلیل کچھ اس طرح ہے:
(بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (1) فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ)"(مسلمانو!) یہ اللہ

اوراس کے رسول کی طرف سے دستبرداری کا اعلان ہے اُن تمام مشرکین کے خلاف جن سے تم نے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ لہذا (اے مشرکو!) تمہیں چار مہینے تک اجازت ہے کہ تم (عرب کی) سرزمین میں آزادی سے گھومو پھرو، اور یہ بات جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے، اور یہ بات بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔"(التوبۃ:2-1)

مشرکین کو اسی وجہ سے چار مہینوں تک ان سے قتال کئے بغیر مہلت دی گئی، یعنی وہ ان چار مہینوں کے دوران امن سے رہ سکیں گے، ان مہینوں کی شرط کا مطلب یہ تھا کہ ان مہینوں کے گزر جانے کے بعد ان کا قتل جائز ہوگا جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: (**فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ**) " **جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین جہاں ملیں ان کو قتل کرو**"(التوبۃ:5)۔

حرمت والے مہینوں کا جو یہاں ذکر کیا گیا ہے، ان سے مراد ہر سال کے حرمت والے مہینے نہیں، بلکہ جو مدت ان کے لیے مقرر کی گئی تھی، اس مدت کی انتہا مراد ہے، یعنی وہ چار مہینے جو گزشتہ آیت کریمہ میں مذکور ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کو چار مہینوں تک مہلت دی گئی، حالانکہ سال کے مہینوں میں سے حرمت والے مہینے لگاتار نہیں آتے، اسی لیے یہاں صرف پورے چار مہینوں کی مدت مراد ہے، خواہ شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم مراد ہوں، جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے یا ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور صفر مراد ہوں یا کوئی اور ترتیب مراد ہو، تو یہ چار مہینے سال کے مشہور مہینے نہیں، جن میں سے تین پے درپے آتے ہیں یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور ایک رجب، کیونکہ یہ چاروں لگاتار نہیں آتے، چنانچہ معنی یہ ہوں گے کہ (جب چار مہینوں کی مقررہ مدت ختم ہو جائے، تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو،) جس کا مطلب ہے کہ اس مدت کی انتہا ہونے پر ان کے ساتھ قتال اب ہر زمان ومکان میں جائز ٹھہر جائے گا۔

ہر زمانے میں جائز ہونے کی بات اس سے سمجھی گئی کہ مہلت میں زمانے کی قید لگائی گئی ہے۔(أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ) یعنی چار مہینے کا ذکر ہے تو جب یہ زمانی مدت ختم ہو کر یہ قید اٹھ جائے گی یعنی مذکورہ چار مہینے کی مدت گزر جائے، تو ان سے ہر زمانے میں قتال کیا جائے گا۔

ہر جگہ ان سے قتال کا جواز اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ حَيۡثُ جو آیت میں آیا ہے یہ مکان کے لیے آتا ہے، پس اس مہلت کی انتہاء ہونے پر مشرکین کے ساتھ ہر جگہ پر قتال کیا جائے گا۔(**حيث و جدتموهم**)یعنی "جہاں کہیں بھی تم ان کو پاؤ"۔

یہ بات کہ (**وَلَا تُقٰتِلُوۡهُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوۡكُمۡ فِيۡهِ**)"ان کو مسجد حرام کے پاس قتل مت کرو، یہاں تک وہ تم سے وہاں پر جنگ کریں" (البقرۃ: 191)، خاص حرم کے بارے میں ہے اور (**يَسۡـئَلُوۡنَكَ عَنِ الشَّهۡرِ الۡحَـرَامِ قِتَالٍ فِيۡهِ‌ؕ قُلۡ قِتَالٌ فِيۡهِ كَبِيۡرٌ**) "وہ آپ ﷺ سے حرمت والے مہینے میں قتال سے متعلق سوال کرتے ہیں، کہیے کہ اس میں قتال کبیرہ (گناہ) ہے"، حرمت والے مہینے کے بارے میں ہے۔اور یہ کہ (**فَإِذَا انۡسَلَخَ الۡأَشۡهُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ**) "**جب حرمت والے مہینے گزر جائے تو مشرکین جہاں ملیں ان کو قتل کرو**" (التوبۃ: 5)، تمام مکانوں اور زمانوں میں عام ہے اور عام خاص کو منسوخ نہیں کرتا۔

تو یہ تبھی صحیح ہوتا اگر عام کی دلالت ظنی اور خاص کی دلالت قطعی ہوتی، لیکن یہاں عام کی دلالت مکان کے بارے میں قطعی ہے، (حيث و جدتموهم) یعنی ہر جگہ تم ان کو پاؤ، زمان کے حوالے سے بھی قطعی ہے (**فَإِذَا انۡسَلَخَ الۡأَشۡهُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ**)"**جب حرمت والے مہینے گزر جائے تو مشرکین جہاں ملیں ان کو قتل کرو**" (التوبۃ: 5)، یعنی اس مہلت کے ختم ہونے کے بعد، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، یعنی چار مہینوں کے بعد ان کو ہر زمانے میں قتل کرو، کیونکہ ایک خاص مہلت کی تعین کا مطلب اس کے بعد قتال کا جائز ہونا ہے، یعنی چار مہینوں کے دوران قتال ممنوع ہوگا، یہ مہینے گزر جانے کے بعد قتال جائز ہوگا۔ کیونکہ یہی آیت کا مفہوم ہے، یعنی عام و خاص دونوں کی دلالتیں قطعی ہیں اور ہیں بھی متعارض۔ تو جب یہ معلوم کیا جائے کہ خاص مقدم ہے اور عام موخر ہے تو یہ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی کہ سابق نص اس عام نص کے لیے مخصوص کرنے والی ہے، جو اس خاص سے پہلے نازل نہیں ہوا، بلکہ بعد میں نازل ہوا تو اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو یہی کہ عام جب

خاص کے بعد نازل ہوا اور معنی کے اعتبار سے قطعی (قطعی الدلالۃ) بھی ہے تو پھر تو اس عام نے اس خاص کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے نازل ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ یہاں نسخ ماننا درست اور راجح ہے۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا تعلق ہے، جسے ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے، کہ ((**إن هذا البلد حرمه الله تعالى يوم خلق السموات والأرض فهو حرام بحرمة الله إلى يوم القيامة وإنَّه لم يحلّ القتال فيه لأحد قبلي ولم يحلّ لي إلا ساعة من نهار، فهو حرام بحرمة الله إلى يوم القيامة لا يعضد شوكه ولا ينفر صيده ولا تلتقط لقطته إلا من عرفها ولا يختلى خلاه. فقال العباس: إلا الإذخر فإنه لقينهم ولبيوتهم. قال: إلا الإذخر**))"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو اس دن سے قابل تعظیم بنایا جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اللہ تعالیٰ کی اسی حرمت کی وجہ سے قیامت تک یہ شہر مقدس رہے گا، اور اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی قتال کرنا جائز نہیں کیا گیا، میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی میں اس میں قتال کو حلال کیا گیا، پس اللہ تعالیٰ کی اسی حرمت کے فرمان کی وجہ سے صبح قیامت تک یہ شہر حرمت والا رہے گا، اس کی خار دار جھاڑیوں کو نہیں کاٹا جائے گا، نہ ہی اس کے شکار کا پیچھا کیا جائے گا، نہ ہی اس کی گم شدہ اشیاء اٹھائی جائیں گی، سوائے اس شخص کے لیے جو اعلان کرنے کی نیت سے اٹھائے، اس کی گھاس کو جڑ سے نہیں اکھاڑا جائے گا، پھر العباسؓ نے کہا: سوائے اذخر (ایک قسم کی گھاس) کے، کیونکہ اس کو سنار استعمال کرتے ہیں اور عام لوگ بھی کام میں لاتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ٹھیک ہے) سوائے اِذخر کے"۔

تو یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ذکر فرمائی، یہ ہجرت کا آٹھواں سال تھا، یعنی سورہ التوبہ والی آیت سے پہلے جو 9 ہجری کو نازل ہوئی، اس لیے اس حدیث کا سورہ توبہ کی آیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جو ناسخ اور محکم آیت ہے، جیسا کہ ہم نے واضح کیا۔

پھر یہ کہ حدیث کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد دار الاسلام بن چکا تھا اور وہاں سے شرک اور شرک کی بادشاہت کی جڑیں اکھڑ گئی تھیں، یعنی فتح مکہ سورہ توبہ والی آیت سے پہلے ہو چکی تھی جو ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی، اس اعتبار سے اس میں قتال حرام ہی تھا۔ جیسے آپ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت فرمایا تھا: ((**لا هجرة بعد**

الفتح))"فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں"۔ اس وقت مکہ دار الاسلام بن گیا تھا،یوں مدینہ اور مکہ اس لحاظ سے یکساں ہیں، چنانچہ اب مکہ سے مدینہ کوئی ہجرت نہیں، مکہ کا واقع اگر بدل جائے اور وہ دار الاسلام نہ رہے اور پھر اللہ کے فضل سے مکہ کے علاوہ کسی اور علاقے میں خلافت قائم کی جائے تب مکہ سے دار الاسلام ہجرت کا حکم دوبارہ لاگو ہو جائے گا، جیسے پہلے تھا۔

یہاں بھی یہی بات کی جائے گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کے بعد مکہ میں قتل کو حرام قرار دیا جس کے بعد وہ دار الاسلام بنا اور مکہ والے مسلمان ہو گئے۔اس اعتبار سے حدیث نے مکہ کو تا قیامت قابل احترام قرار دیا، تو جب مکہ کا واقع متغیر ہو جائے گا اور وہ دار الاسلام کی حیثیت سے باقی نہ رہے، نہ اس کے رہائشی مسلمان رہے تو ایسی صورتحال میں قتال والی حدیث مکہ پر منطبق نہیں ہو گی، کیونکہ حدیث کی تطبیق کا واقع بدل گیا ہو گا۔

آیت کا موضوع مکہ کی دار الاسلام کی حیثیت سے حرمت نہیں، جبکہ مکہ کے رہنے والے مسلمان ہوں، کیونکہ اس اعتبار سے تو وہاں قتال ہے ہی حرام۔ بلکہ آیت کا موضوع حرم شریف اور مقدس مہینوں میں مشرکین کے ساتھ قتال ہے یہ اسی موضوع میں وارد ہوئی، یوں سورہ بقرہ کی آیت کا سورہ توبہ کی آیت سے منسوخ ہونے میں آیت اور حدیث میں کوئی تعارض (ٹکراؤ) نہیں۔

6-لیکن مشرکین سے قتال جس کو اللہ تعالیٰ نے حرم اور مقدس مہینوں میں حرام قرار دیا،اس میں مفہوم الشرط کی قید لگائی گئی ہے:(**فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ**)"**جب حرمت والے مہینے گزر جائے تو مشرکین جہاں ملیں ان کو قتل کرو اور انھیں قیدی بناؤ اور ان کا گھراؤ کرو اور ہر جگہ ان کیلئے گھات لگاؤ، لیکن اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو انہیں ان کے راستے پر چھوڑ دو، بے شک اللہ غفور اور رحیم ہے**"(التوبۃ:5)

ا۔یعنی جائز قتال وہ ہے جو لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے کیا جائے، کیونکہ آیت میں (**فَاِنْ تَابُوْا**) آیا ہے، یعنی وہ کفر کرنا چھوڑ دیں اور (**وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ**)"یعنی اسلام

میں داخل ہو جائیں،اس طرح کے مواقع میں بعض اجزا سے کل مراد ہوتا ہے،(صرف نماز اور زکوٰۃ کے ذکر سے کل اسلام مراد لیا گیا ہے) تو جب یہ امور پائے جائیں (فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ) توان کا راستہ چھوڑ دو،یعنی ان کو نہ قتل کرو، چونکہ شرط کے مفہوم مخالفہ پر عمل کیا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اگروہ توبہ نہ کریں اور نماز اور زکوٰۃ ادا نہ کریں یعنی اپنے کفر پر رہیں،اور اسلام میں نہ داخل ہوں، خواہ وہ پہلے سے کافر ہوں یا مسلمان ہو کر مرتد بن گئے ہوں اور کفر اختیار کر لیا ہو، تو اس صورت میں ان سے قتال کیا جائے گا۔

بنابریں اسلام کی نشر و اشاعت اور کلمۃ اللہ کی بلندی کے لیے اس کے طریقہ کار کے مطابق سال کے مقدس اور غیر مقدس تمام مہینوں میں قتال درست ہے، یہ تو تھا زمان کے اعتبار سے، اسی طرح ہر مکان میں بھی درست ہے، حتی کہ حرم شریف میں بھی درست ہے، اگر مکہ میں کلمۃ اللہ کی بلندی اور لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے والا واقع موجود ہو، مثلاً مکہ میں ارتداد وغیرہ کی وجہ سے کفر پھیل جائے اور کفار اس پر تسلط حاصل کرے اور ان کے حکمرانی میں چلا جائے، تو ایسی صورت میں مکہ والوں سے قتال کیا جائے گا تاکہ ان کو ختم کیا جا سکے اور مکہ کو اسلام کی اتھارٹی میں داخل کیا جا سکے، اس حد تک کہ اگر وہ حرم میں قلعہ بند ہو جائیں اور مہینہ بھی حرمت والا ہو، تب بھی ان سے قتال کیا جائے گا۔

ب۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسلامی ریاست کفار اور حرم میں قلعہ بند مرتدین سے اس وقت قتال کرے گی ، اگر وہ طاقت سے اپنا بچاؤ کر رہے ہوں، یعنی ان پر قتال کی حقیقت منطبق ہوتی ہو، اگر حرم کے اندر قلعہ میں محصور لوگ افراد کی صورت میں ہوں یا ایسے گروہ جو اپنی قوت و طاقت کے بل بوتے پر اپنی حفاظت نہ کر سکتے ہوں، تو ایسے لوگوں پر ان کے ساتھ قتال کرنے کی حقیقت منطبق نہیں ہوتی، کیونکہ ایسے لوگ قتال نہیں کر سکتے بلکہ ان کا تعاقب کیا جائے گا، چنانچہ خلیفہ ان پر شکنجہ کسے گا تاآنکہ وہ سپر انداز ہو جائیں یا ان کو گرفتار کیا جائے۔

یہ سب باتیں خاص کر کفار کے ساتھ حرم اور ماہ مقدس میں ہماری طرف سے جنگ کی شروعات سے متعلق تھیں، جہاں تک یہ بات ہے کہ اگر وہ ہم سے قتال میں پہل کریں، یا معرکہ جاری ہو اور حرمت والا مہینہ آجائے، ایسی صورت میں وہ نصوص جو ان سے قتال کے بارے میں وارد ہیں، واضح ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

ج-لہٰذا یہ جائز نہیں کہ حرمت والے مہینوں میں یا حرم میں جنگ شروع کی جائے، سوائے کافروں کو اسلام میں لانے کیلئے یا انہیں ختم کرنے کیلئے اوران کی دشمنی ختم کرنے کیلئے یا مرتدین سے لڑنے کیلئے۔ یہ اس آیت کا مفہوم شرط ہے، **(فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ)"پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو انہیں ان کے راستے پر چھوڑ دو"** (التوبہ:5)۔

حرم اور حرمت والے مہینوں میں ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے ساتھ قتال جائز نہیں، چنانچہ یہ حرام ہے کہ اس میں مسلمانوں سے قتال کیا جائے یا ان کو خوفزدہ کیا جائے، یا اور کوئی ظلم ان پر کیا جائے، کیونکہ یہ اللہ کی شریعت میں گناہِ کبیرہ اور جرمِ عظیم ہے، اس کی سزا اسلام میں کسی بھی دوسرے مہینے میں قتال واقع ہونے سے سخت ہے۔ کیونکہ حرم اور مسجد حرام کی بے حرمتی اللہ کے دین میں بڑا گناہ ہے۔ **(وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ)"اور جو کوئی شخص اس میں ظلم کر کے اس میں ٹیڑھی راہ نکالے گا، ہم اُسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے"** (الحج:25)۔اسی طرح **(مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ)"ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین کا سیدھا سادہ (تقاضا) ہے، لہٰذا ان مہینوں کے معاملے میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو"** (التوبہ:36)۔

حرام کسی اور جگہ صرف حرام ہوتا ہے، لیکن اس کی حرمت حرم اور مقدس مہینوں میں اس سے زیادہ شدید ہے۔اسی طرح کسی اور جگہ ایک عمل جرم ہی ہے، تو وہی عمل حرم اور مقدس مہینوں میں اس سے بڑا جرم شمار ہوتا ہے۔اور کسی اور جگہ ظلم فقط ظلم ہے، مگر حرم اور مقدس مہینوں میں وہی ظلم اس سے زیادہ اور بڑا ہے۔

7-یقیناً اللہ سبحانہ نے عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھ مہم میں شامل دستے کی وہ سب خلاف ورزیاں معاف کر دیں جو انہوں نے ماہِ مقدس میں اس لڑائی کے دوران انجام دی تھیں، اور قریش کے کفار پر اللہ تعالیٰ نے حجت بھی قائم کی کہ وہ بھی کفر کرتے ہیں اور اللہ کے راستے (دین) سے اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں اور پہلے بھی روکتے رہے، وہ جن فتنوں میں مبتلا ہیں، وہ سریہ عبداللہ بن جحشؓ والوں کے کاموں سے کئی گنا بڑھ کر ہیں۔ عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی دلیل یہ ہے:

ا۔ (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) **"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی، اللہ کے راستے میں جہاد کیا، ایسے لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"**(218)۔ تو یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی ایمان، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کی صفات پر مدح و توصیف بیان کی اور یہ کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہو، اس میں وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، آیت کے آخر میں بھی مغفرت اور رحمت کا ذکر ہے۔ یہ بھی ان کے لیے ہے۔

ب۔ رسول اللہ ﷺ کا اونٹوں اور قیدیوں کو قبول کرنا، جب کہ پہلے آپ ﷺ اسے لینے سے رکے ہوئے تھے، کیونکہ آپ ﷺ نے مقدس مہینے میں جنگ کرنے پر ان سے ناراضگی کا اظہار کیا تھا یہاں تک کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور نبی کریم ﷺ کا ان کی لائی ہوئی غنیمت کو قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معافی دی گئی اور ان کا عمل بھی قبول کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کا اختتام ایسے انداز سے کیا ہے جس سے اللہ سبحانہ کی طرف سے ان کی مغفرت اور اس کی طرف سے ان کی مدح پر دلالت ہوتی ہے (اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) **"وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ غفور رحیم ہے"۔**

فہرست

ہمارے چاروں طرف پھیلے تخلیق کے شواہد کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشادات

مصعب عمیر-پاکستان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے کئی آیات نازل کی ہیں جو اس طرف انسانوں کی رہنمائی کرتی ہیں کہ وہ اپنے ارد گرد کی ہر چیز پر اس پہلو سے غور کریں کہ یہ سب تخلیق کے عمل کا نتیجہ ہیں۔ایسی بہت سی آیات وحی کے ابتدائی تین سالوں میں ہی نازل ہو گئیں۔انہی آیات کے ذریعے ہی رسول اللہ ﷺ نے، دارِارقم میں ہونے والے حلقات میں ،نو مسلم صحابہ کرامؓ کی تثقیف(culturing) کی۔ تخلیق کے عمل کے بارے میں یہ آیات ہی ہیں جنھوں نے صحابہ کرامؓ کے ایمان کو اس طرح پکا کیا کہ وہ آخری زمانے تک آنے والی تمام نسلوں سے افضل واعلیٰ ہو گئے۔

چونکہ اللہ کی نازل کردہ وحی کا گہرا مطالعہ خلافت کی تعلیمی پالیسی کی اساس تھا، لہٰذا مسلمان انسان، کائنات اور حیات کی تخلیق کے بارے میں قرآنی تفسیر سے واقف تھے۔ یہ آیات ہی فتوحات کے استحکام کی اساس تھیں۔ انہی آیات کے ذریعے لوگوں کی صفوں کی تثقیف کی گئی اور غیر مسلموں کے دِلوں کو اسلام کے لیے کھولا گیا۔اور اس موضوع میں مہارت کا عالم یہ تھا کہ عام شہری غیر مسلموں کو قائل کرنے کی قابلیت رکھتے تھے۔یہ اسی کی مثال ہے کہ انڈونیشیا کے لوگ عام مسلمان تاجروں کی دعوت کے ذریعے مسلمان ہو گئے جو وہاں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے،یہی وجہ ہے کہ شریعت کی رُو سے انڈونیشیا عشری زمین ہے۔

ایسی آیات پر غور کرنا اوران میں موجود بے بہا حکمت سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے، خصوصاً ایک ایسے وقت میں جب دنیا میں کئی لوگ ملحدین کے ہاتھوں گمراہ ہو رہے ہیں۔تاہم کئی لوگ اپنے ارد گرد نظر آنے والے تخلیق کے آثار کے بارے میں ایسے جواب کی تلاش میں ہیں جو عقل کو قائل کرنے والا ہو اور دلوں کے لیے اطمینان بخش ہو۔یہ صورتِ حال مغرب کے مسلمانوں کے لئے ایک اچھا موقع ہے، جو غیر مسلموں کے درمیان رہتے ہیں اور ان کو اسلام کے روشن فکری پر مبنی جواب سے روشناس کرا سکتے ہیں۔یہ مسلم دنیا کے مسلمانوں کے لئے بھی ایک موقع ہے کیونکہ

سوشل میڈیا نے طویل فاصلوں پر رابطوں کو ممکن بنا دیا ہے۔ یہ سب اُس خلافت کی واپسی سے پہلے کی بات ہے، جس میں ریاست کی طرف سے اسلام کی دعوت کے ذریعے اس طرح کی انفرادی سرگرمیوں کی پشت پناہی جائے گی۔

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: **﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاء فَأَحْيَا بِهِ الأرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخِّرِ بَيْنَ السَّمَاء وَالأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾** "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور بارش میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا ہے اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں؛ عقلمندوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں" (البقرۃ:164)

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو کہا، **وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيهَا "افسوس ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اسے پڑھا اور اس کے بارے میں نہیں سوچا"**۔ اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انسانیت کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کی ہر چیز پر غور کریں۔ جب انسان تخلیق پر غور کرتا تو وہ کیا پاتا ہے؟ وہ ایک مربوط نظام پاتا ہے جو ان تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے جنہیں ہم اپنے چاروں طرف محسوس کرتے ہیں۔ ان تمام بڑی اور چھوٹی، ہلکی اور بھاری چیزوں کی کچھ حدود ہیں جو انہیں کنٹرول کرتی ہیں۔ یہ قوانین ان پر عائد کیے گئے ہیں پس وہ حد سے تجاوز نہیں کرتیں اور ایک معین کردہ طریقے کی مستقل طور پر پابندی کرتی ہیں۔ یقیناً، سب اشیاء محدود ہیں اور یہ ان تمام چیزوں میں واضح ہے نہ کہ صرف کچھ میں۔

ستاروں اور سیاروں کی نقل و حرکت پر غور کریں۔ آسمان اور زمین، جن میں ستارے اور سیارے بھی شامل ہیں جو ایک معین نظام کے مطابق اپنے اپنے مدار میں گھومتے ہیں۔ اپنے بڑے حجم اور حرکت کے باوجود، وہ اپنے راستے

سے انحراف نہیں کرتے ہیں۔ کیا یہ نظام باریک بینی پر مبنی نہیں ہے ؟ رات اور دن پر غور کریں۔ رات اور دن، ان کا ردو بدل اور دورانیہ، حالات، تاریکی اور روشنی میں فرق، ان کا نیند اور اور دوسری سرگرمیوں پر اثر۔ کیا کوئی عین مربوط نظام رات اور دن کو کنٹرول نہیں کرتا؟ بحری جہازوں اور سمندروں پر غور کریں۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں تبصرہ کیا: والفلك التي تجري في البحر الفلك: السفن۔ "الفلك وہ ہیں جو سمندروں پر تیرتے ہیں، یعنی کشتی۔" انہوں نے مزید کہا کہ، تجرى على وجه الماء ووقوفها فوقه مع ثقلها "تاکہ وہ پانی کی سطح پر تیریں، اپنے وزن کے باوجود تیرتے رہیں"۔ یقیناً، پانی اور بحری جہاز کے حوالے سے ایک عین تنظیم موجود ہے، جس میں کوئی چیز تو کشتی کی مانند تیرتی ہے جب کہ کوئی اسی جیسی چیز وزن رکھنے کے باوجود ڈوب جاتی ہے۔

پھر پانی ہے جو آسمان سے زمین پر بارش کے طور پر نازل ہوتا ہے، زمین کو بنجر ہونے کے بعد اور پیلی زرد پڑ جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ اور زمین پر ایسے جانور پائے جاتے ہیں جو زمین کے پانی کے ذریعے اپنی نسل بڑھاتے اور زندگی گزارتے ہیں۔ اسی طرح ایسی ہوائیں چلتی ہیں جو بادلوں کو چلاتی ہیں، جگہ جگہ ایک خاص نظام اور انتظام کے مطابق بارش برساتی ہیں اس کی کبھی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ امام قرطبیؒ نے بیان کیا کہ، فسأله ابن عباس : هل سمعت كعب الأحبار يقول في السحاب شيئا ؟ قال : نعم ، قال : السحاب غربال المطر ، لولا السحاب حين ينزل الماء من السماء لأفسد ما يقع عليه من الأرض۔ "ابن عباسؓ نے کسی سے پوچھا: کیا آپ نے کعب الاحبار کو بادلوں کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے سنا ہے؟ آپؓ نے کہا: ہاں۔ پھر فرمایا: اس نے کہا کہ بادل بارش کی چھلنی ہیں، اگر یہ بادل نہ ہوتے تو آسمان سے جب پانی نیچے آتا تو یہ زمین کو خراب کر دیتا"۔

جب ہم اپنے ارد گرد کی تمام چیزوں کو محسوس کرتے ہیں اور ان کا ادراک کرتے ہیں تو ان سے یہ واضح ہے کہ ایک نظام موجود ہے۔ ایک ایسا نظام کہ جس میں کوئی افراتفری یا خلل نہیں ہے، مدار کی خلاف ورزی نہیں ہے، پانی کے بغیر سبزہ نہیں، غلط جگہ پر سمندر نہیں اور نہ ہی غلط موقع پر چلتی ہوئی ہوا۔ یہ ایک مستقل اور متعین کردہ نظام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: **﴿مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ﴾۔ "(اے دیکھنے والے) کیا تو (اللہ) رحمٰن کی تخلیق میں کچھ نقص دیکھتا ہے؟"** (الملک 67:3)۔ اس کی تفسیر میں ابن کثیر نے کہا: أي : بل هو

مصطحب مستو ، ليس فيه اختلاف ، ولا تنافر ، ولا مخالفة ، ولا نقص ، ولا عيب ، ولا خلل ،"یعنی یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ بنا کسی کوتاہی کے جوڑ دیے گیے ہیں اور ایسے ہموار ہیں جس میں کوئی اختلاف، تنازعہ، عدم مطابقت، کمی، نقص یا عیب نہیں"۔

لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے آس پاس کی ساری چیزیں ایک کامل ، بے عیب نظام پر استوار ہیں۔ اجزاء اپنی تشکیل اور تناسب دونوں میں ایک پیچیدہ نظام کے تابع ہیں۔ تشکیل کے حوالے سے ، ہر وجود کا دارومدار ایک یا بہت سی دوسری چیزوں پر ہے۔ لہذا سبزہ پانی اور سورج کی روشنی کا محتاج ہے۔ یہ اپنے آپ میں کمزور ہے کیونکہ یہ اپنے اُگنے کیلئے پانی اور سورج کی روشنی کا محتاج ہے۔ یہ محتاجی ایک بے نسبت محتاجی نہیں ہے بلکہ ایک خاص تناسب اور نسبت سے ہے۔ تناسب ان تمام معاملات میں ہے جنھیں ہم محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر سورج کی روشنی ایک خاص مقدار میں ہو تو تبھی پودا نشونما پائے گا۔ اگر یہ کم ہو تو وہ مرجھا جائے گا۔ مزید برآں اگر سورج کی روشنی کو کسی عدسے کے ذریعے یا کسی اور طرح سے تیز کر دیا جائے، تو پودے کو نقصان پہنچ سکتا ہے، جس سے فصلوں اور جھاڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے۔ پانی کے حوالے سے ہم جانتے ہیں کہ کچھ فصلوں کو پانی کی بہت زیادہ مقدار میں ضرورت ہوتی ہے جبکہ وہی مقدار بہت سی فصلوں کو یہاں تک کہ پوری کھیتی کو تباہ کر دیتی ہے۔ کسی ایک فصل کیلئے، ایک مقررہ وقت پر بارش فائدہ مند ہوتی ہے اور پکنے کا باعث بنتی ہے، جب کہ کسی دوسرے وقت میں بارش کی وجہ سے پکی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ پانی کے بارے میں تشکیل ایسی ہے کہ اس کا اُبلنا حرارت پر منحصر ہوتا ہے۔ تاہم یہ انحصار اس طرح ہے کہ پانی صرف حرارت کے خاص تناسب کے مطابق ہی ابلتا ہے۔ اس طرح نظام کی تشکیل اور تناسب دونوں اپنی جگہ مخصوص ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ تمام چیزیں اپنے آپ پر مسلط کردہ نظام کے تابع ہیں اور وہ خود اس نظام کو بنانے والی یا اس کی منتظم نہیں ہیں۔ اگر وہ ہوتیں تو اپنی مرضی سے نظام کو تبدیل کر سکتیں، جبکہ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ پانی پر غور کریں جو ہوا کے ایک خاص دباؤ پر حرارت کی ایک خاص مقدار کے ملنے پر ابلتا ہے۔ نہ تو یہ قانون اور نہ ہی یہ مقدار پانی اور حرارت کے قابو میں ہے۔ پانی خود کو گرمی کے بغیر، یا کسی بھی مقدار کی حرارت پر ابال نہیں سکتا، اور حرارت کی صحیح مقدار کی اس نسبت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ایک خاص انداز میں منظم ہے۔ در حقیقت، ان تمام چیزوں

کے بارے میں غور کرنا جنھیں ہم محسوس کرتے ہیں، یہ یقین قائم کرتا ہے کہ ان اشیاء نے اس نظام کی ابتدا نہیں کی اور اسے ترتیب نہیں دیا جس کی وہ تابع ہیں۔ لہٰذا واقعتاً کوئی ایک ایسی ذات ہے جسے ہم براہِ راست محسوس نہیں کرتے، اور جس نے تمام اشیاء کیلئے اس نظام کو پیدا اور منظم کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ**﴾ **"اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہلِ دانش کے لیے ان (باتوں) میں (بہت سی) نشانیاں ہیں"** (الروم: 22)۔

قرطبیؒ نے اپنے تفسیر میں کہا، فهذا من أدل دليل على المدبر البارئ۔ "یہ المدبر، الباری کے وجود کے ثبوت ہیں"۔ عربی میں، "المدبر" اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ہے اور اس کا مطلب ہے، الذي يُجري الأمور بحكمته ويصرّفها على وفق مشيئته وعلى ما يوجب حُسْنَ عواقبها، "جو معاملات کو اپنی دانشمندی سے چلاتا ہے اور ان کو اپنی مرضی کے مطابق اور ایسے چلاتا ہے جو اچھے نتائج پیدا کرتے ہیں"۔ عربی میں "الباری" (ابتداء کرنے والا) بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ہے اور اس کا مطلب ہے، واهب الحياة للأحياء، والسَّالم الخالي من أيِّ ، "زندگی والی چیزوں کو زندگی بخشنے والا، کسی بھی خامی سے پاک"۔

امام ابو حنیفہ نے دنیا کے تدبیر (تنظیم) کے متعلق جو تبصرہ کیا، اسے ابن ابی العز نے بیان کیا، وَيُحْكَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكَلَامِ أَرَادُوا الْبَحْثَ مَعَهُ فِي تَقْرِيرِ تَوْحِيدِ الرُّبُوبِيَّةِ فَقَالَ لَهُمْ أَخْبِرُونِي قَبْلَ أَنْ نَتَكَلَّمَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ عَنْ سَفِينَةٍ فِي دِجْلَةَ تَذْهَبُ فَتَمْتَلِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالْمَتَاعِ وَغَيْرِهِ بِنَفْسِهَا وَتَعُودُ بِنَفْسِهَا فَتُرْسِي بِنَفْسِهَا وَتَتَفَرَّغُ وَتَرْجِعُ كُلُّ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُدَبِّرَهَا أَحَدٌ فَقَالُوا هَذَا مُحَالٌ لَا يُمْكِنُ أَبَدًا فَقَالَ لَهُمْ إِذَا كَانَ هَذَا مُحَالًا فِي سَفِينَةٍ فَكَيْفَ فِي هَذَا الْعَالَمِ كُلِّهِ عُلْوِهِ وَسُفْلِهِ (شرح العقيدة الطحاوية)۔ "یہ کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ سے کچھ فلسفیوں نے رابطہ کیا، جو ان کے ساتھ رب تعالیٰ کے ایک ہونے کے بارے میں بحث کرنا چاہتے تھے۔ ابو حنیفہ نے کہا، "اس سوال پر بات کرنے سے پہلے، مجھے یہ بتاؤ کہ

آپ لوگ فرات میں ایک ایسی کشتی کے بارے میں کیا سوچتے ہیں، جو ساحل پر جاتی ہے، کھانا اور دوسری چیزوں سے خود کو لادتی ہے، پھر واپس آتی ہے، لنگر انداز ہوتی ہے اور خود ہی اپنا تمام سامان اتار دیتی ہے، بغیر کسی کی مدد کے ؟" انہوں نے کہا، یہ مضحکہ خیز ہے اور کبھی ممکن ہی نہیں ہے"۔ابو حنیفہ نے کہا، اگر یہ کشتی کے حوالے سے مضحکہ خیز ہے تو اپنی پوری وسعت اور گہرائی میں یہ اس دنیا کے لئے کیسے (ممکن) ہے؟"(شرح العقيدة الطحاوية 1\35)۔

اس طرح امام بن حنبل نے الصانع (کاریگر) کی بات کی، الصانع عربی کا لفظ ہے جس کے معنی نقاش یا کاریگر کے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ۔"(یہ) خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا"**۔(النمل 27:88)۔ابنِ کثیر نے بیان کیا،عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رحمه الله أَنَّهُ سُئِلَ وُجُودِ الصَّانِعِ فَقَالَ هَاهُنَا حِصْنٌ حَصِينٌ أَمْلَسُ لَيْسَ لَهُ بَابٌ وَلَا مَنْفَذٌ ظَاهِرُهُ كَالْفِضَّةِ الْبَيْضَاءِ وَبَاطِنُهُ كَالذَّهَبِ الْإِبْرِيزِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذِ انْصَدَعَ جِدَارُهُ فَخَرَجَ مِنْهُ حَيَوَانٌ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ذُو شَكْلٍ حَسَنٍ وَصَوْتٍ مَلِيحٍ يَعْنِي بِذَلِكَ الْبَيْضَةَ إِذَا خَرَجَ مِنْهَا الدَّجَاجَةُ۔"امام احمد ابن حنبل سے خالق کے وجود کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔امام احمد نے کہا: فرض کریں کہ ایک ایسا قلعہ ہے جس میں داخل ہونا ناممکن ہے اور اس کا کوئی داخلی یا خارجی دروازہ نہیں۔وہ باہر سے سفید چاندی کی طرح ہے اور اندر سے چمکتے سونے کی مانند۔یہ اسی طرح تعمیر کیا جاتا ہے، پھر اس کی دیواریں ٹوٹتی ہیں اور قلعے میں سے ایک سننے اور دیکھنے والا جانور باہر نکلتا ہے، جو خوش شکل اور خوشگوار آواز کا حامل ہے۔اس سے امام احمد بن حنبل کی مراد انڈا تھی کہ جس میں سے چوزہ نکلتا ہے"۔(تفسیر ابن کثیر 2\21)۔

اسی طرح ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ امام شافعی نے خالق کے وجود کے بارے میں بیان کیا، هَذَا وَرَق التُّوت طَعْمه وَاحِد تَأْكُلهُ الدُّود فَيَخْرُج مِنْهُ الْإِبْرَيْسَم وَتَأْكُلهُ النَّحْل فَيَخْرُج مِنْهُ الْعَسَل وَتَأْكُلهُ الشَّاة وَالْبَقَر وَالْأَنْعَام فَتُلْقِيه بَعْرًا وَرَوْثًا وَتَأْكُلهُ الظِّبَاء فَيَخْرُج مِنْهَا الْمِسْك وَهُوَ شَيْء وَاحِد۔"یہ شہتوت کے درخت کا پتہ ہے جو ایک کھانا ہے۔جب ریشم کے کیڑے اسے کھاتے ہیں تو ریشم بنتا ہے۔جب مکھی کھاتی ہے تو اس سے شہد بنتا ہے۔جب بھیڑیں، گائیں اور مویشی کھاتے ہیں تو اس سے گوبر اور کھاد بنتے ہیں۔جب کستوری ہرن اسے کھاتا ہے تو کستوری بنتی ہے۔جبکہ یہ ایک ہی چیز ہے"۔

ان لوگوں کے حوالے سے جنہوں نے صورت گری اور تنظیم کو قدرت یا فطرت سے منسوب کیا، ابنِ قیم نے ان کے متعلق کہا، اخبريني عَن هَذِه الطبيعة اهي ذَات قَائِمَة بِنَفسِهَا لَهَا علم وقدرة على هَذِه الافعال العجيبة ام لَيست كَذَلِك بل عرض وَصفَة قَائِمَة بالمطبوع تَابِعَة لَهُ مَحْمُولَة فِيهِ فَإِن قَالَت لَك بل هِيَ ذَات قَائِمَة بِنَفسِهَا لَهَا الْعلم التَّام وَالْقُدْرَة والارادة وَالْحكمَة فَقل لَهَا هَذَا هُوَ الْخَالِق البارئ المصور فَلم تسمينه طبيعية۔ "مجھے اس قدرت کے بارے میں بتاؤ کہ کیا یہ خود ہی اپنے آپ کو برقرار رکھتی ہے؟ کیا ان حیرت انگیز عوامل کے متعلق اس کے پاس علم اور طاقت ہے؟ یا پھر ایسا نہیں ہے اور یہ قدرت صرف ظاہری طور پر اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے قابل لگتی ہے؟ اگر وہ کہتے ہیں کہ یہ یقینی طور پر اپنے آپ کو خود ہی برقرار رکھتی ہے اور اسے مکمل علم ہے، اور یہ طاقت، مرضی اور حکمت رکھتی ہے تو ان سے کہو کہ یہ تو خالق الباری اور المصور ہے، تو تم اسے فطرت یا قدرت کیوں کہتے ہو؟"(مفتاح دار السعادۃ، 1/261)

جس چیز میں نقاشی کی خصوصیات ہیں اس کیلئے کسی نقاش (کاریگر) کا ہونا ضروری ہے۔ ابن قیم نے کہا، الطبيعة عرض مَحْمُول مفتقر الى حَامِل وَهَذَا كُله فعلهَا بِغَيْر علم مِنْهَا وَلَا إِرَادَة وَلَا قدرَة وَلَا شُعُور اصلا وَقد شوهد من آثارها مَا شوهد فَقل لَهَا هَذَا مَالا يصدقهُ ذُو عقل سليم كَيفَ تصدر هَذِه الافعال العجيبة وَالْحكم الدقيقة الَّتِي تعجز عقول الْعُقَلَاء عَن مَعْرفَتهَا وَعَن الْقُدْرَة عَلَيْهَا مِمَّن لَا عقل لَهُ وَلَا قدرَة وَلَا حِكْمَة وَلَا شُعُور۔ "اگر ان کا کہنا ہے کہ فطرت کسی معیار کے بغیر ہے اور فطرت کے سارے عمل اس کے علم، مرضی، طاقت یا آگاہی کے بغیر ہیں اور صرف اس کے اثرات ہی دیکھے جاسکتے ہیں، تو پھر ان سے کہو کہ اس پر کوئی بھی عقل رکھنے والا شخص یقین نہیں کرسکتا۔ یہ حیرت انگیز افعال اور کامل لطافتیں، جو ذہین ترین دماغ بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، ماپ نہیں سکتے، وہ بغیر کسی احساس، طاقت، دانشمندی اور شعور کے آگے کیسے بڑھ سکتی ہیں؟"(مفتاح دار السعادۃ، 1/261)

بے شک یہ تمام اشیا اور نظام کہ جو ان اشیاء کو کنٹرول کرتا ہے، یہ سب کچھ اس ہستی کی طرف سے شروع کیا گیا ہے جسے براہِ راست محسوس نہیں کیا جاسکتا۔ تو وہ لوگ جو ڈائیلیکٹک مادیت میں اس مادی وجود کا دعوی کرتے ہیں، وہ

کیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ **"کیا یہ کسی کے پیدا کئے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں۔ یا یہ خود (اپنے تئیں) پیدا کرنے والے ہیں"** (الطور 52: 35)۔ ابنِ کثیر نے اس کی تفسیر میں بیان کیا، أي : أوجدوا من غير موجد ؟ أم هم أوجدوا أنفسهم ؟ أي : لا هذا ولا هذا ، بل الله هو الذي خلقهم وأنشأهم بعد أن لم يكونوا شيئا مذكورا۔ "یعنی: کیا وہ غیر موجود سے آ موجود ہوئے؟ یا انہوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا تھا؟ دونوں ہی درست نہیں، بلکہ اللہ ہی ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور انھیں وجود بخشا، جس سے پہلے وہ کچھ نہیں تھے۔ لہٰذا عربی میں یہ کہا جاتا ہے کہ، خَلَقَ اللهُ الإِنْسَانَ : أَوْجَدَهُ مِنَ العَدَمِ، أَنْشَأَهُ، صَوَّرَهُ۔ "اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اسے عدم سے وجود بخشا جب وہ کچھ نہ تھا اور اس کے وجود کو سنوارا"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق کیا اور مخلوق کی صفات خالق جیسی نہیں ہیں۔ خالق کائنات سے بہت عظیم ہے اور وہ اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے لئے کسی چیز پر انحصار نہیں کرتا۔ اللہ سبحانہ وتعالی ازلی ہے، اسے کسی نے تخلیق نہیں کیا۔ لغت میں ازلی کے متعلق بیان کیا گیا ہے، الأَزَلِيُّ ما لا أَوّل له، "ازلی وہ چیز ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں" ۔ لہٰذا ازلی کے لئے کوئی منتظم یا پہل کرنے والا نہیں ہے۔ ازلی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے، الخَالِدُ الدَّائِمُ الوُجُودِ لاَ بَدْءَ لَهُ ’’ہمیشہ سے موجود، جس کا وجود دائمی ہے، جس کی کوئی ابتداء نہیں ہے"۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ازلی ہے، بغیر کسی تخلیق کے موجود ہے، تمام دوسرے وجود پیدا کیے گئے ہیں اور ایک نظام کے تابع ہیں۔ تخلیق کا عمل (خلق) یہ ہے کہ کسی بھی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ اس دنیا میں جو چیزیں موجود ہیں ان میں کوئی بھی کسی چیز کو عدم سے تخلیق کرنے یا ابتدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے، خواہ وہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر۔ کوئی بھی انفرادی چیز عدم سے تخلیق کرنے یا تخلیق کا آغاز کرنے سے قاصر ہے۔ اگر یہ چیزیں ایک دوسرے کی مدد کریں تو تب بھی وہ مل کر بھی ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔ تو وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کائنات خود ہی ابدی اور ازلی ہے، کس طرح ایسا کہتے ہیں؟

بے شک ہر قابلِ محسوس چیز میں اللہ کے موجود ہونے کے ثبوت موجود ہیں۔ ہر چیز کسی دوسری چیز کی محتاج ہے۔ یہ محتاجی ایک خاص ترتیب، مقدار اور تناسب سے ہے جو ان پر مسلط کی گئی ہے۔ لہٰذا ان مخلوقات کا تخلیق شدہ ہونا

کہ جس کا ہم ادراک کرتے ہیں، ایک یقینی بات ہے، کیونکہ ان کے محتاج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی اور کی تخلیق ہیں، اور انہوں نے خود اپنے آپ کو تخلیق نہیں کیا ہے۔ اس طرح تمام چیزیں جو ہم محسوس کرتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کی واضح نشانیاں ہیں، وہ ذات جس کے بغیر یہ مخلوقات وجود میں نہیں آسکتیں، جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان سب سے مختلف ہے جنہیں اس نے پیدا کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے،

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (1) اللَّهُ الصَّمَدُ (2) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (3) وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (4)

"کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے. معبود برحق جو بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں" (سورۃ اخلاص: 4-1)

فہرست

عبدالحمید دوئم

ان دنوں عالمِ اسلام عبد الحمید ثانی کی وفات کی 103 ویں برسی یاد کررہا ہے، جو اس اسلامی خلافت کے آخری حکمرانوں میں سے تھے جسے انگریزوں نے گراکر ختم کیا تھا۔ 103 سال قبل انہی دنوں (فروری 1918ء) میں جلاوطن بیمار خلیفہ عبدالحمید دوئم نے ڈاکٹروں کے مشورے کے برعکس غسل کرنے پر اصرار کیا، چنانچہ غسل کے بعد ابھی بستر تک پہنچے نہیں پائے تھے کہ ڈاکٹروں نے ان کے بیٹوں کو بلایا، تاکہ وہ اپنے والد کے ساتھ ان کی زندگی کے آخری لمحات میں ملاقات کر سکیں، مگراُن کے آنے سے پہلے ہی وہ جان کی بازی ہار بیٹھے، یوں تاریخ اسلام کے حقیقی آخری خلیفہ کی زندگی کا صفحہ پلٹ گیا۔

عبدالحمید دوئم (21 ستمبر 1842 سے 10 فروری 1918) نے 75 سال عمر پائی، تین دہائیوں تک اس وسیع و عریض ریاست کے حکمران رہے، جو اسلام کے ذریعے حکومت کرتی تھی، اس پورے عرصے میں ان کا ایک ہی کام تھا، مسلم معاشرہ کی حفاظت اور "یورپ کے مردِ بیمار" کی صحت کی بحالی، ترکی کو "مردِ بیمار" کا یہ لقب مغربی دشمنوں نے دیا، جو عثمانی ریاست کے سقوط کے انتظار میں تھے۔

ان کی وفات کی خبر پاتے ہی شعرائے عرب اور دیگر اسلامی شعراء نے ان کے مرثیے پڑھے، سوگ منائے۔ عراقی شاعر جمیل صدقی الزہاوی نے شعر کہا

سلام علی العهدی الحمیدی انه — لاسعد عهد فی الزمان و انعم

حمیدی دور پر سلام ہو بلا شبہ وہ — زمانے میں بہترین دور تھا اور رحمتوں سے بھرپور تھا

امیر الشعراء احمد شوقی نے عالم اسلام کی طرف سے اس سانحہ کا لب لباب بیان کرتے ہوئے یوں تعبیر کیا

ضجت علیک مآذن و منابر — و بکت علیک ممالک و نواح

آپ کی موت پر منبر اور مینار دھاڑیں مار کر روئے — اور تجھ پر ممالک روئے، علاقے روئے

ان مرثیوں اور نوحوں سے قبل خلیفہ نے ایسے حالات اور چیلنجز کا سامنا کیا، جو بے حد بوجھ والے تھے اور خلیفہ نے یہ بوجھ کما حقہ اٹھایا، اور وہ ان مشکلات سے نمٹتے ہوئے چٹان بن کر مقابلہ کرنے کی وجہ سے ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گئے ، جس کا اثر اب تک محسوس کیا جاتا ہے، ہم یہاں اس کے کچھ نمونوں کا ذکر کرتے ہیں۔

یہودیوں کی فلسطین میں سکونت پر پابندی سے متعلق قرارداد:

سلطان عبد الحمید دوئم کے حکم سے، 21 جنوری 1883ء کو استنبول میں سفارتی وفود کے سربراہوں کو سرکاری یاداشت روانہ کی گئی، عثمانی کابینہ کے مجوزہ متن پر مشتمل اس سرکاری یاداشت میں فیصلہ کیا گیا تھا کہ روسی یہودیوں کو فلسطین میں سکونت سے روکا جائے۔ اس قرارداد کی بنا پر سلطان نے یورپ کی طرف سے سخت قسم کے دباؤ کا سامنا کیا۔ اس پس منظر میں بابِ عالی (خلیفہ ہاؤس) نے 1884ء میں یہودیوں کے لیے فقط مقدس مقامات کی زیارت کے لیے فلسطین میں داخلے کی اجازت سے متعلق ہدایات جاری کیں، اس شرط پر کہ ان کا وہاں قیام تیس دن سے زیادہ نہ ہو۔ یہودیوں کی ہمدرد یورپی ریاستوں کی طرف سے بابِ عالی (خلیفہ ہاؤس) پر دباؤ بڑھنے اور فلسطین کے حوالے سے صہیونی تحریک (Zionist movement) کے اَہداف و مقاصد سامنے آنے کے بعد، توازن کو اپنے حق میں کرنے کے لیے سلطان عبد الحمید دوئم نے القدس کی انتظامی حیثیت میں تبدیلیاں کیں، چنانچہ اُنہوں نے القدس کو باب عالی کے ذاتی کنٹرول کے تحت لا کر اس کو خود مختار ادارہ بنا دیا۔ یہ 1887ء میں ہوا، اس سے قبل القدس (یروشلم) شام کے گورنر کے اختیارات کے تحت ایک انتظامی یونٹ تھا، جسے سنجک کہتے تھے۔

اس قرارداد کی بدولت القدس، جس پر صیہونیوں کی بھوکی اور لالچی نظریں لگی ہوئی تھیں، ایک مستقل انتظامی یونٹ بن گیا جو بلاواسطہ بابِ عالی کے ماتحت تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ یہودی نقل مکانی پر نگرانی سخت کرنے کے لیے دار الخلافہ استنبول کے سرکاری محکموں کو مستحکم کیا جائے۔

سلطان عبد الحمید دوئم نے القدس کے امور کے لیے محمد شریف رؤوف باشا نامی ایک مضبوط شخص تعینات کیا جو اسلام کی محبت اور یورپیوں کی عداوت میں مشہور تھا۔ وہ 1877ء سے 1889ء تک القدس میں رہا۔ اور یہودی آبادکاری کا

سخت ترین مخالف تھااور غیر قانونی طور پر یروشلم میں مقیم یہودیوں کے تعاقب میں مسلسل فوجی بھیجتا رہتا تھا،اور عثمانی شہری بننے والے غیر ملکی یہودیوں کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتا تھا تاکہ وہ رہائشگاہوں کی تعمیر کے لیے اراضی نہ خرید سکیں۔

عبدالحمید کی پالیسی اور منصوبے:

عبدالحمید دوئم اسلامی قوتوں کو متحد کرنے پر کام کرنے کی ضرورت کو سمجھتے تھے،تاکہ عثمانی ریاست پر لالچی نظر رکھنے والی استعماری ریاستوں کا مقابلہ کیا جاسکے؛ چنانچہ انہوں نے اسلامی کمیٹی (الجامعۃ الاسلامیۃ) کا نعرہ پیش کیا اور اسی کو ریاستِ خلافت کی سپریم پالیسی قرار دیا۔اُنہوں نے چین، ہندوستان اور افریقہ کے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے کے رشتے کو مضبوط کرنے پر کام کیا۔اُنہوں نے اپنے اس نعرے کو اپنے اور اپنی ریاست کے گرد اندرونی اور بیرونی صفوں کی وحدت کا ذریعہ سمجھا،اور اپنے ہدف کے حصول کے لیے مختلف شخصیات،داعیوں اور وسائل کا سہارا لیا اور کئی کالج اور اسکول قائم کیے۔ انھوں نے ریاست کے علاقوں کو تیس ہزار کلو میٹر ٹیلی گراف اور ٹیلی فون لائنز کے ساتھ جوڑ دیا،آب دوزیں بنائیں اور فوج کو مسلح کرنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔

مگر ان کا سب سے بڑا عوامی منصوبہ حجاز ریلوے لائن تھا جس کو انہوں نے نہایت شاندار طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچایا تاکہ مسلمان بسہولت فریضہ حج ادا کر سکیں،بجائے اس کے کہ قافلوں کے ذریعے یہ سفر طے کیا جائے جو چالیس دن کا ہوا کرتا تھا۔ریلوے لائن بننے کے بعد یہ دورانیہ نہایت کم ہوا اور صرف چار دن رہ گیا۔اس وسیع منصوبے نے مسلمانوں میں بڑا دینی جوش وجذبہ پیدا کیا،جب سلطان عبد الحمید دوئم نے اس منصوبے کے لیے مسلمانوں سے اپیل کی اور انہیں اس کار خیر میں عطیات دینے کا کہا اور خلافت کے خزانے سے بھی بڑی مقدار میں اس کے لیے خاصی رقم مختص کی گئی،تو ہندوستان، چین اور باقی دنیا کے مسلمان یہ سوچ کر اپنے عطیات دینے کے لیے اُمڈ آئے کہ یہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا منصوبہ ہے۔آٹھ سالہ سخت محنت اور بھرپور جوش وجذبے سے کام کے بعد رجب 1326ھ بمطابق اگست 1908ء میں پہلی ٹرین مدینہ منورہ پہنچی۔

عبدالحمید دوئم اور بڑی طاقتیں:

سلطان ذاتی طور پر استعماری یورپی ریاستوں سے دبتے نہیں تھے، کیونکہ ایک تو لاکھوں مسیحی سلطان کے زیرِ اختیار تھے، دوسرا مسلمانوں کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے یورپ کی مسلم ریاستوں پر بھی ان کو اثر و نفوذ حاصل تھا۔ عبدالحمید دوئم کی زندگی میں یورپ کے بڑے ممالک میں سے کوئی بھی ملک اس قابل نہ تھا کہ یورپ یا بالخصوص بلقان میں موجود اسلامی ریاست کے علاقوں کو کاٹ سکے۔ یہی وجہ تھی کہ عبدالحمید دوئم کی سلطنت کو گرانا، پیرس اور لندن کے لیے ایک بارِ گراں بنا ہوا تھا۔

عبدالحمید اور یہود:

"اگر ہم چاہتے ہیں کہ عرب عنصر کی بالا تری باقی رہے، تو ہمیں فلسطین میں یہودی تارکین وطن کی آبادکاری کی سوچ کو لازماً مسترد کرنا ہوگا، ورنہ یہودی جب کسی زمین کو اپنا وطن بنا لیتے ہیں تو وہاں کے اکثر وسائل کو جلد ہی اپنی ملکیت میں لے لیتے ہیں۔ ایسے حالات میں اس قسم کا فیصلہ اپنے دینی بھائیوں کے بارے میں یقینی موت کا فیصلہ ثابت ہوگا۔" یہ تھا عثمانی سلطان عبدالحمید دوئم کا اپنے عرب اور مسلمان بھائیوں کے حوالے سے نقطۂ نظر، اور یہ تھا فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری سے متعلق ان کا نقطۂ نظر جو انہوں نے اپنی سیاسی ڈائری میں لکھ کر محفوظ کر دیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا: "فلسطین میں صیہونی منصوبے کے قائد تھیوڈور ہرٹزل Theodore Herzl کو نصیحت کرو کہ اس معاملے سے متعلق کوئی نیا قدم اٹھانے سے گریز کرے، کیونکہ میں یہ نہیں کر سکتا کہ مقدس سرزمین کے ایک بالشت بھر ٹکرے سے بھی دستبردار ہو جاؤں، کیونکہ یہ میری ملکیت نہیں بلکہ یہ میری قوم کی ملکیت ہے، میرے آباؤ اجداد نے اس زمین کے لیے جنگیں لڑیں اور اس کو اپنے خون سے سیراب کیا۔ یہودی اپنے لاکھوں اپنے پاس رکھیں، اگر (خدانخواستہ) مستقبل میں خلافت کے ٹکڑے ہو جائیں تو پھر وہ فلسطین کو مفت حاصل کر لیں، بہرحال جب تک میں زندہ ہوں میں اپنے جسم میں خنجر گھونپنے کو ترجیح دوں گا بجائے یہ کہ فلسطین کی زمین ہاتھ سے نکلتی دیکھ لوں"۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تاریخی موقف جس کی وجہ سے سلطان عبدالحمید دوئم یہودی قائد تھیوڈور ہرٹزل کی پرکشش پیش کشوں کے سامنے ثابت قدمی کی مجسم مثال بنا، ان کے خیال میں یہ موقف ان کی فلسطین اور اس کے تحفظ کی فکر مندی کی واحد مثال ہے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس موقف سے قبل اور بعد بھی فلسطین کی حفاظت کے لیے عبدالحمید دوئم کی طرف سے بے مثال جدوجہد ایک تاریخی حقیقت کے طور پر ہمارے سامنے موجود ہے۔ اہم ترین واقعہ جس نے یورپ

کو سلطان کے خلاف مشتعل کر دیا، فلسطین میں یہودی تارکین وطن کی آباد کاری کو مسترد کرنا تھا، کیونکہ مسیحی یورپ یہ چاہتا تھا کہ یہودی شر کو مسلمانوں کی ریاست کی طرف دھکیل دے۔ یہودی صیہونی گروپ کے رہنما تھیوڈور ہرٹزل اور سلطان عبد الحمید دوئم کے درمیان پہلا رابطہ آسٹرین سفیر کی وساطت سے محرم 1319ھ بمطابق مئی 1901ء کو استنبول میں ہوا۔ اس موقع پر ہرٹزل نے فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کا مطالبہ سامنے رکھا، اور یہ کہ یہودی اس کے بدلے فی الفور لاکھوں عثمانی سونے کے لیرے سلطان کو بطور تحفہ دیں گے، اس کے ساتھ عثمانی ریاست کے خزانے کو مبلغ بیس لاکھ لیرے مزید قرض بھی دیں گے۔

عبدالحمید دوئم نے بھانپ لیا کہ ہرٹزل فلسطین میں یہودیوں کیلئے ایک قومی وطن قائم کرنے کے لیے رشوت دینا چاہتا ہے، اور یہ کہ یہودی اپنے آپ کو محض اکثریتی آبادی ثابت کر کے یورپی اقوام کی حمایت سے ذاتی خود مختار حکومت کا مطالبہ کریں گے۔ چنانچہ سلطان نے ہرٹزل کو ذلیل کر کے نکال دیا۔ سلطان عبدالحمید دوئم نے اپنی ڈائری میں اس قرارداد پر دستخط نہ کرنے کے اسباب کے بارے میں بیان کیا ہے، "(ایسا کر کے) ہم اپنے دینی بھائیوں کی موت کے فیصلے پر دستخط کر دیتے"، ہرٹزل نے زور دیا کہ فلسطین کے حوالے سے یہودیوں کی اُمیدیں دم توڑ گئیں، اور یہ کہ جب تک عبدالحمید دوئم کی حکمرانی رہے گی، وہ فلسطین میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ تھی کہ عبدالحمید دوئم کی سخت گیر پالیسی صیہونی ریاست کے منصوبے کی تاخیر میں اصل سبب بنی رہی، جس کے لیے یہودی قومی وطن کے قیام کے ذریعے کوشش کر رہے تھے؛ چنانچہ یہودیوں نے سلطان پر تہمتیں لگانے اور دوران حکومت ان کا تاثر مسخ کرنے کی کوششیں کیں۔ کچھ یہودی یونین اینڈ پروگریس (Union & Progress) گروپ میں گھس گئے، اسی گروپ نے بعد میں سلطان کی حکومت کا خاتمہ کیا، ان کی سربراہی عمانوئیل کراسو کر رہا تھا۔

خلیفہ کو قتل کرنے کی سازش:

القدس میں یہودی آباد کاری کے سامنے عثمانی خلیفہ کے ڈٹ جانے کا نتیجہ تھا کہ ان کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی، انگلینڈ کے بادشاہ کارل ایڈورڈ، جو میسونک لاج سے وابستہ اور یہودیوں کا گرم جوش حامی تھا، اس نے آرمینی تنظیموں کے لیے قصرِ یلدز کو دھماکے سے اُڑانے، سلطان کو قتل کرنے اور عثمانی بینک کو تباہ کرنے کے عوض 13 ہزار سونے کے لیرے

دینے کی پیش کش کی، مگر عثمانی افواج نے اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ ایڈورڈ کی طرف سے فنڈنگ کے سہارے یہود یوں نے سویزرلینڈ میں بھی عبدالحمید دوئم کی بگھی کو پھنسا کر ان کو قتل کردینے کی کوشش کی، مگر وہ اس حادثے میں بھی محفوظ رہے، جبکہ اس واقعے میں متعدد عثمانی فوجی ہلاک ہوئے۔ عبدالحمید کی سبکدوشی میں صہیونی منصوبے کے حوالے سے ان کے موقف کو نمایاں ترین وجہ شمار کیا جاتا ہے۔

عبدالحمید اور یونین اینڈ پروگریس(Union & Progress):

یونین اینڈ پروگریس عثمانی ریاست کی پہلی سیاسی پارٹی تھی، جو 1308ء بمطابق 1890ء کو ایک خفیہ تنظیم کی شکل میں وجود میں آئی، جس کے مقاصد عبدالحمید دوئم کی حکومت کا تختہ الٹنا اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا۔ سلطان نے اس پارٹی کے بارے 1315ھ بمطابق 1897ء کو تفتیش کرکے اس کے کئی ممبرز کو ملک بدر کردیا جبکہ کچھ پیرس بھاگ گئے۔ اس کے بعد سلطان کی حکومت کے مخالفین نے ذی القعدہ 1319ھ بمطابق اپریل 1902ء کو پیرس میں ایک کانفرنس منعقد کی، اس کانفرنس کا نام عثمانی حزبِ اختلاف کی پہلی کانگریس رکھا گیا۔ اس موقع پر اہم قرار دادیں پاس کی گئیں۔ ایک قرار داد قومیتی بنیادوں پر آزادانہ مقامی انتظامیہ قائم کرنے کی تھی، جس کا مطلب عثمانی ریاست کے ٹکڑے کرنا تھا، مگر اس قرار داد پر بعض حاضرین کی طرف سے کانفرنس کے دوران اعتراض کیا گیا، پھر کانفرنس کے شرکاء نے سلطان عبدالحمید دوئم کی حکومت کے خاتمے اور ان کو برطرف کرنے کے لیے یورپی ممالک سے مداخلت کی اپیل کی۔

یونین اینڈ پراگریس گروپ نے عثمانی ریاست میں اپنی کئی شاخیں کھولیں، اور چھوٹے نوجوان فوجی افسران کی بڑی تعداد نے اس میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے بعد افسران کی تعداد بڑھتی گئی، یہاں تک کہ یہ کہا جاتا تھا کہ 1326ھ بمطابق 1908ء کو بلقان میں تیسری عثمانی فوج کے تمام افسران یونین کے ساتھ منسلک تھے۔ یونین نے بلقان میں انقلابیوں کے ساتھ معاہدہ کیا، اور بلغاری و یونانی گروپوں نے یونین کے لوگوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا تاکہ خلافت کو گرایا جائے۔ اتحادیوں نے ان عثمانی ملازمین کو بھی قتل کرنا شروع کیا جو ان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ شدید ہلچل، ہنگاموں اور حادثات کے بعد خلیفہ عبدالحمید دوئم نے جمادی الثانی 1326ھ بمطابق اگست 1908 کو دستور کے نفاذ کا از سر نو فیصلہ کیا۔ یونین اینڈ پراگریس تنظیم نے حکومت ہاتھ میں لے لی اور فرانسیسی انقلاب کے اصول نافذ کرنے کا اعلان کردیا۔

یونین اینڈ پراگریس پارٹی کے حکومت ہاتھ میں لینے سے حکومتی نظام ایک پارٹی کی آمریت میں تبدیل ہو گیا جو ریاست کی شکست وریخت کے خواہشمند عناصر پر مشتمل تھی۔ایک تاریخ دان کے بقول: "اگر دوسری مشروطیت (سلطنت جو شرائط وضوابط کی پابند ہو) ایک عوامی تحریک کا نتیجہ ہوتی، تو پہلا قدم جمہوریت کی طرف ہی اُٹھتا"۔یونین اینڈ پراگرس کے افسران کہا کرتے تھے کہ اِس دوسری حکومت میں صرف ان کا اختیار چلے گا، کسی اور کا نہیں۔دستور کے نفاذ کا اعلان ریاست عثمانی کو پیش آنے والے بعض المناک حادثوں کے وقت کیا گیا۔یعنی ایسے وقت میں جبکہ بلغاریہ اور کریٹ نے ریاست عثمانی سے علیحدگی اور یونان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا، جبکہ بوسنیا اور ہرزیگووینا نے بھی آزادی حاصل کرلی۔

۳۱مارچ کا واقعہ:

یونین کے لوگوں نے دیکھا کہ عبدالحمید دوئم سے چھٹکارا پانا اور اس کی حکومت گرانا ضروری ہے۔ان کی یہ خواہش یورپ کے بڑے ممالک بالخصوص برطانیہ کی خواہش کے موافق تھی، جو اس کو عثمانی سلطنت کے خاتمے کے لیے اولین قدم سمجھتے تھے۔یہود اور آرمینیا کے باشندوں کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ اب وہ اپنے اہداف کے قریب پہنچ گئے ہیں، یہی وجہ تھی کہ 31 مارچ کا واقعہ ہوا۔مارچ رومی کیلنڈر کا پہلا مہینہ ہے، جو 18 دن کے فرق کے ساتھ گریگوری کیلنڈر (جنوری تا دسمبر) کے اپریل کے مہینے کے مطابق ہے۔یہ واقعہ 21 ربیع الاول 1327ھ بمطابق 13 اپریل 1909ء کو ہوا۔اس دن استنبول میں بڑے ہنگامے ہوئے، جن میں یونین اینڈ پراگریس پارٹی کے بعض فوجی قتل ہوئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونین اینڈ پراگریس کی وفادار افواج نے ہسلنکی Thessaloniki سے پیشقدمی کرتے ہوئے استنبول کی طرف حرکت کی۔بلغاریہ اور سربیا کے بعض گروپ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ان افواج نے دعویٰ کیا کہ وہ سلطان کو استنبول کے انقلابیوں سے بچانے آئے ہیں۔عبدالحمید دوئم کی وفادار اولین فوجی دستے کے سپہ سالار چاہتے تھے کہ ان افواج کو استنبول میں داخل ہونے سے روکا جائے، بصورت دیگر ان کو کچل دیا جائے، لیکن سلطان نے اس تجویز کو مسترد کیا اور اولین فوجی دستے کے سپہ سالار سے ان کے خلاف اسلحہ استعمال نہ کرنے کا حلف لیا۔اس کے بعد محمد شوکت پاشا کی قیادت میں افواج استنبول میں داخل ہوئیں اور مارشل لا نافذ کرنے کا اعلان کر دیا۔انھوں نے سلطان کے محل پر ہلہ بول دیا اور ریاست کے سرکاری مفتی سے سلطان کو معزول کرنے کا فتویٰ لینے کی کوشش کی لیکن اس نے فتویٰ دینے سے انکار کیا۔تب انہوں نے

اسلحہ کے ذریعے ڈرادھمکا کر یہ فتویٰ حاصل کر لیا۔ سازشی باغیوں نے سلطان پر الزام لگایا کہ 31 مارچ کے ہنگامے اور قتل کے پیچھے ان کا ہاتھ تھا اور اس نے ہی قرآنی مصاحف جلائے اور اسی نے مسلمانوں کو باہمی قتل و غارت گری پر اکسایا۔ اس قسم کے تمام جھوٹے الزامات کا مقصد فقط سلطان عبد الحمید دوئم کو برطرف کرنا تھا، چنانچہ انہوں نے ان کی معزولی کا اعلان کر دیا۔

باغیوں نے چار سرکاری ملازمین کو سلطان کو معزولی کا فیصلہ پہنچانے کے لیے نامزد کیا۔ ان میں ایک یہودی، ایک آرمینی، ایک البانوی اور ایک جارجین تھا۔ اس طرح یہودیوں اور آرمینیوں نے عبد الحمید دوئم سے اپنا انتقام لیا۔ اس کے بعد یونین کے لوگوں نے اعتراف کیا کہ اس گروہ کے انتخاب میں ان سے غلطی ہوئی۔ 6 ربیع الثانی 1327ھ، بمطابق 27 اپریل 1909ء کو سلطان عبد الحمید دوئم اپنے بھائی محمد رشاد کے حق میں مسندِ سلطنت سے دستبردار ہوئے، اور اپنے 38 ساتھیوں کے ساتھ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہسلنکی منتقل ہوئے، اور وہاں یہودی طرز کے شہر میں ایک محل نما مکان میں رہنے لگے جس کا مالک ایک یہودی تھا، جبکہ ان کی ساری جائیداد اور رقوم بحق سرکار ضبط کی گئیں۔ ہسلنکی میں اس محل میں کڑی نگرانی کے تحت انہوں نے اپنے آخری سال انتہائی تکلیف دہ اور کسمپرسی کے عالم میں گزارے، حتیٰ کہ وہ نہ کوئی خبریں سن سکتے تھے نہ اخبار پڑھنے کی اجازت تھی۔

وفات:

سلطان عبد الحمید دوئم 28 ربیع الثانی 1336ھ بمطابق 10 فروری 1918ء کو 76 سال کی عمر میں وفات پائے۔ ان کے جنازے میں مسلمانوں کے جم غفیر نے شرکت کی اور کئی شعراء نے ان کے مرثیہ پڑھے۔ ان شعراء میں سے سلطان کا مخالف رضا توفیق بھی تھا، جس نے لکھا، "جب تاریخ تیرا نام لے گی، اے سلطان معظم! حق تیری جانب اور تیرے ساتھ ہو گا۔ ہم نے بے شرمی سے وقت کے عظیم ترین سیاستدان پر تہمتیں لگائیں، ہم نے کہا تھا: سلطان ظالم ہے، سلطان پاگل ہے۔ ہم نے کہا تھا، سلطان کے خلاف انقلاب ضروری ہے اور ہم نے وہ سب کچھ سچ جانا جو ہمیں شیطان نے کہا"۔

فہرست

مغرب کے زوال میں امریکہ آگے آگے ہے، ایک ایسا موقع جس کا مسلمانوں کو ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے

عبدالمجید بھٹی

گزشتہ برسوں میں مغرب کے زوال پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر اس موضوع کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا ، حتیٰ کہ کچھ مواقع پر تو مشہور مغربی مفکرین کی جانب سے اس کو مسترد کیا گیا جیسا کہ رابرٹ کاگن (Robert Kagan)کی کتاب "امریکہ کی بنائی دنیا(The Workd America Made)"[1]۔ تاہم کورونا وباء کے حالیہ بحران نے اس بحث میں نئی جان ڈال دی ہے۔ کورونا وائرس نے نہ صرف مغربی تہذیب کے دل پر وار کر کے مغربی معاشروں اور ان کے تحت چلنے والے بین الاقوامی نظام، دونوں کی ساخت میں موجود خامیوں کو عیاں کر دیا ہے بلکہ وائرس نے مغربی بالادستی کی بنیادی روح کو ہی خطرے میں ڈال دیا۔ OBSERVER میگزین میں لکھتے ہوئے مشہور کالم نگار سائمن ٹسڈال (Simon Tisdall)نے موجودہ کرونا بحران سے متعلق یہ سوال اٹھایا، "کیا یہ ان تاریخی لمحات میں سے ایک ہے جب دنیا مستقل طور پر تبدیل ہو جائے گی، جب سیاسی اور معاشی طاقت کا توازن فیصلہ کن طور پر منتقل ہو جائے گا؟"[2]

مغربی تہذیب ایک اہم اور نازک موڑ پر پہنچ چکی ہے

ٹسڈال (Tisdall)کے اس سوال کو اٹھائے آج جب تقریباً ایک سال ہو چلا ہے، کہ آیا (COVID-19) مغربی برتری کیلئے ایک نازک موڑ ہے، فارن پالیسی میگزین نے دنیا کے چند نامور مفکرین سے اس بارے میں ان کے خیالات کے اظہار کے لئے انٹرویو کیا۔ آراء کسی حد تک منقسم نظر آئیں۔ پرنسٹن کے پروفیسر جان اکن بری (John Ikenberry)کو یقین ہے کہ یہ وباء مغرب کے عدمِ استحکام کو مزید بڑھائے گی اور "جمہوری اداروں کی کمزوریوں" اور "روشن خیال تہذیب کی غیر یقینی" میں سرایت کر جائے گی [3]۔Chatham House کے رابن (Robin Niblett)کا خیال ہے کہ مغرب اپنی معاشی بالادستی کھو رہا ہے۔ Niblett کے مطابق،

چین کی اقتصادی ترقی "دنیا کی سب سے بڑی معیشت" بننے کے لئے "زوروں" پر ہے اور وہ فوراً قبول کرتا ہے کہ "مشرقی ایشیاء عالمی اقتصادی ترقی کا مرکز بن گیا ہے"[4]۔ سنگاپور کے ایشیاء ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں نیشنل یونیورسٹی کے کشور محبوبانی اپنے تجزیے میں زیادہ واضح ہیں کہ اس بحران نے طاقت کو مغرب سے مشرق کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ "اعداد (COVID-19 سے اموات) جھوٹ نہیں بولتے۔ دراصل ان کے پسِ پردہ مغرب سے مشرق کی طرف، قابلیت کی منتقلی کی بہت بڑی کہانی ہے۔ ایک دور تھا جب مغربی معاشرے سائنس اور عقلی شعور کے احترام کے لئے جانے جاتے تھے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے حقیقت میں اس فریب کا پردہ فاش کر دیا ہے"[5]۔

Harvard Kennedy School کے بین الاقوامی تعلقات کے پروفیسر، سٹیفن والٹ (Stephen Walt) تسلیم کرتے ہیں کہ COVID-19 نے "مغرب سے مشرق کی طرف طاقت کی منتقلی کو تیز کر دیا ہے" لیکن انہیں یہ یقین نہیں ہے کہ یہ مکمل طور پر مغربی بالادستی کو تبدیل کر دے گا[6]۔ فارن ریلیشن کونسل کے صدر، رچرڈ ہاس (Richard Haass) اسی انداز میں دلیل دیتے ہیں کہ "وبائی مرض بنیاد سے بین الاقوامی تعلقات کو یکسر تبدیل نہیں کرے گا"[7]۔ ہارورڈ کینیڈی سکول (Harvard Kennedy School) کے پروفیسر، جوزف نائے Joseph Nye بھی کچھ ایسے ہی اندازوں کی بازگشت کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ عالمگیریت، جو مغرب خصوصاً امریکہ کا ہی مرتب کردہ اور اسی کے زیرِ انتظام ہے، وہ جاری رہے گا، البتہ اس کے اسلوب قدرے تبدیل ہو جائیں گے[8]۔

اگرچہ ان مفکرین میں سے کوئی بھی مغربی تہذیب کے انہدام کی پیش گوئی نہیں کر رہا، مگر ایک کثیر اتفاق رائے موجود ہے کہ حالیہ صورتحال مغربی بالادستی کے لئے ایک بڑا چیلنج ہے اور کچھ طاقت تو پہلے ہی مغرب سے مشرق کی طرف منتقل ہو چکی ہے۔ بہر حال، اداروں کے مفادات کو ایک طرف رکھتے ہوئے، جس کی وجہ سے ہی یہ مفکرین اپنی رائے کے آزادانہ اظہار کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں، تہذیبوں کے زوال کی پیش گوئی کا معاملہ مشکلات سے دوچار ہے۔ اس طرح کے چیلنجوں کو کم کرنے کے لئے، سب سے بہتر نقطہ آغاز یہ ہے کہ وبائی مرض سے پہلے کے

مغربی بالادستی کے دور میں پائے جانے والے ان بنیادی رجحانات کا جائزہ لیا جائے جن کی وجہ سے مغرب اپنا اعتماد کھو رہا ہے۔اور مغرب کے زوال کا جائزہ لینے کے لئے بہترین طرز یہ ہے کہ ان رجحانات پر مغرب کی سربراہ ریاست، امریکہ کے ردِ عمل کا جائزہ لیا جائے۔اسی سے ہی یہ ثابت ہو جائے گا کہ امریکہ، اور پورا مغرب ہی، زوال کا شکار ہے۔

قوموں کے زوال کو سمجھنے کے لئے تاریخ ایک رہنمائی فراہم کرتی ہے

ایک دلچسپ امر یہ ہے کہ چند مغربی مفکرین نے جدید مفروضات مرتب کیے ہیں جو امریکہ کے زوال کے ذریعہ مغربی بالادستی کے خاتمے کی پیش گوئی کرتے ہیں۔پال کینیڈی Paul Kennedy نے یہ نظریہ پیش کیا کہ امریکہ کی سمندر پار فوجی وابستگی سے ہونے والے اخراجات کا خسارہ، امریکہ کے آنے والے زوال کا اشارہ ہے[9]۔ دوسرے مفکرین اپنے اندازوں کی بنیاد، تاریخ کے خود کو دہرانے کی فطرت پر رکھتے ہیں۔1997 میں نوآموز تاریخ دانوں، ولیم سٹراس اور نیل ہوو (William Strauss and Neil Howe) نے اپنی کتاب "چوتھا موڑ: ایک امریکی پیشن گوئی The Fourth Turning: An American prophecy" میں دعویٰ کیا کہ تقریباً 2008 میں امریکہ ایک بحران کے دور میں داخل ہو گا، جس کا عروج 2020 میں ہو گا[10]۔ یونیورسٹی آف کنیکٹیکٹ University of Connecticut کے ایک ماہر ارتقائی بشریات evolutionary anthropologist، پیٹر ٹرچن Peter Turchin کے مطابق دنیا ہر دو یا تین سو سال بعد ایک سیکولر چکر کے دورانیہ سے گزرتی ہے۔یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کام کرنے والوں کی رسد ان کی طلب سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے، مصنوعات سستی ہو جاتی ہیں، اور انتہائی امیر اور عوام کے مابین دولت کی عدم مساوات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔اس کے بعد اشرافیہ کے مابین کشمکش ہوتی ہے، اور غریبوں کی پریشانی کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔معاشرہ ایک تباہ کن مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے اور آخر کار تباہ ہو جاتا ہے۔ٹرچن Peter Turchin نے 50 سال کے ایک قدرے مختصر دورانیے کا بھی تذکرہ کیا ہے، جو کہ اتنا ہی تباہ کن ہوتا ہے۔ٹرچن کے امریکی تاریخ کے مطالعے کے مطابق، اس نے پیشن گوئی کی کہ اگلا مختصر دورانیہ 2020 میں وقوع پذیر ہو سکتا ہے لیکن اسی دوران اتفاق سے طویل دورانیہ بھی وقوع پذیر ہو گا جس کے باعث غیر معمولی انتشار پیدا ہو گا[11]۔

hedge fund کے مالک، ارب پتی Ray Dalio نے بھی ٹرچن (Peter Turchin) سے ملتا جلتا ایک نظریہ تیار کیا ہے، جسے وہ طویل قرض کا دورانیہ کہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ ڈالیو، Dalio کا مؤقف ہے کہ یہ دورانیہ ہر 50 سے 75 سال بعد وقوع پذیر ہوتا ہے اور اس کی چار نمایاں خصوصیات ہوتی ہیں: ایجادات میں اضافہ، اندرونی طور پر ایک گہری تقسیم شدہ سیاسی اشرافیہ، اقوام کے مابین بہت ہی کم تعاون اور ایک ابھرتا ہوا مدِ مقابل۔ آخری طویل قرض کا دورانیہ 1945 میں اختتام پذیر ہوا جب Great Depression نے جرمنی کو برطانیہ کے ورلڈ آرڈر کو چیلنج کرنے پر اکسایا۔ برطانیہ جنگ تو جیت گیا مگر امریکہ کے مقابلے میں اپنی عالمی حیثیت کھو بیٹھا، جس نے بریٹن ووڈ، Bretton Woods، معاہدے کی بنا پر ایک نیا سیاسی اور اقتصادی انتظام تشکیل دیا۔ ڈالیو، Dalio کے مطابق 2020، طویل قرض کے دورانیے کا آخری سال ہے اور اس میں عالمی معیشت کی ایک انقلابی تنظیم نو پیدا ہو گی جس میں چین سرفہرست ہو گا [12, 13]۔ Turchin اور Dalio سے دہائیوں قبل، 1922 میں Oswald Spengler نے جرأتمندانہ طور پر مغربی تہذیب کی موت کی پیش گوئی کی اور وہ اس پر قائم تھا کہ مغرب اپنے آخری موسم، موسمِ سرما میں داخل ہو چکا ہے۔

مغربی مفکرین کے، شاہی خاندانوں اور تہذیبوں کے آغاز اور اختتام کی وضاحتوں پر اپنے اختیار کردہ نظریات سے صدیوں قبل ہی، ابنِ خلدون نے چودھویں صدی میں اپنے "مقدمہ" میں چہار دورانی مرحلوں (four cyclical stages) کا تذکرہ کر دیا تھا جو کہ قیام، ترقی، زوال اور خاتمہ ہیں، اور انہوں نے خاندانوں اور تہذیبوں کے عروج وزوال کے پیچھے موجود قوتوں پر روشنی ڈالی۔ خلدون کا خیال تھا کہ یہ چکر ہر 120 سال کے بعد اپنے آپ کو دہراتا ہے۔ تاریخ دان، آرنلڈ ٹوئنبی، Arnold Tonybee، خلدون کے مقدمہ سے اس حد تک متأثر ہوا کہ اس نے اسے "بلاشبہ اپنی نوعیت کا سب سے عظیم کام" کہا [14]۔ مذکورہ بالا نظریات کی ایک جامع اور مکمل تشریح اور ان کا اطلاق اس مضمون کے موضوع سے ہٹ کر ہے، تاہم، کچھ عوامل، جیسے سیاسی بے عملی، دولت کی عدم مساوات، اور اٹھنے والے مدِ مقابل کا ناگزیر طور پر ریاست میں ڈھلنا، ان عوامل کو عالمی امور سے امریکہ کی بے دخلی کے امکان کے جائزے میں استعمال کیا جائے گا۔

امریکہ زوال میں مغرب کی سربراہی کر رہا ہے

مغرب کے زوال کا اندازہ لگانے کے لئے مطالعہ کے طور پر یورپ کے مقابلے میں امریکہ کا انتخاب کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔

اول: 1945 سے امریکہ دنیا کی اولین ریاست ہے اور 1991 میں سوویت یونین کے انہدام کے بعد یہ عصرِ حاضر کی واحد سپر پاور ہے۔ دو بڑی طاقتوں کے دور میں، امریکہ - سوویت مخالفت (سرد جنگ) میں یورپ فقط ایک تماشائی ہی تھا۔ مزید براں، امریکہ اور سوویت یونین کے مابین کشیدہ تعلقات میں کمی اور امریکی دباؤ کے نتیجے میں قدیم یورپ (برطانیہ، فرانس، بیلجیئم اور دیگر) اپنی بہت سی نوآبادیات پر براہ راست کنٹرول کھو بیٹھا۔

دوم: براعظم میں امریکی دستوں کی تعیناتی، مارشل پلان اور نیٹو NATO کی تشکیل کے ذریعے، امریکہ نے یورپ کی اقتصادی طاقت اور سلامتی کو مکمل طور پر اپنے سانچے میں ڈھال لیا۔ دوسرے الفاظ میں، امریکہ کی فوجی اور معاشی طاقت نے، براِعظم میں جنگ کو اپنے تابع کر لیا، یورپ میں روس کو کسی قسم کی جرأت کرنے سے روک دیا، اور یورپ کو ایک امن واستحکام کے گڑھ میں بدل دیا۔ نیچے دیے گئے اعداد و شمار 2019 میں مختلف طاقتوں کے مابین مجموعی داخلی پیداوار اور فوجی اخراجات کے موازنے کو ظاہر کرتے ہیں۔ واضح طور پر آج تک، امریکہ یورپ سے دونوں میدانوں میں کافی آگے ہے۔ بریگزٹ Brexit کے وقوع پذیر ہونے اور برطانیہ اور یورپ کے مابین مقابلے کی دوڑ کے نتیجے میں ان اعداد و شمار کے گرنے کا امکان یورپی یونین کی کمزور پڑتی صورتحال کو مزید عیاں کرے گا۔

	فرانس	برطانیہ	جرمنی	یورپی یونین	روس	چین	امریکہ
مجموعی داخلی پیداوار GDP–ڈالر	27 کھرب	28 کھرب	38 کھرب	156 کھرب	17 کھرب	141 کھرب	214 کھرب
فوجی اخراجات-ڈالر	50.1 ارب	48.7 ارب	49.3 ارب	225 ارب	65.1 ارب	261 ارب	732 ارب

2019 میں مختلف طاقتوں کے مابین مجموعی داخلی پیداوار اور فوجی اخراجات [15,16,17]

سوم: مشترکہ یورپی خارجہ پالیسی اور عالمی سطح پر فوجی طاقت کی نمائش کرنے کی صلاحیت کی عدم موجودگی کا مطلب یہ ہے کہ یورپ امریکہ کے ساتھ عالمی سطح پر مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ جب بھی یورپ نے مجموعی طور پر یا کچھ یورپی ممالک جیسے برطانیہ اور فرانس نے اپنے طور پر کوئی قدم اٹھایا تو پھر بھی وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے مکمل طور پر امریکی فوجی قوت اور سیاسی تعاون پر انحصار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، 1999 میں سربیا سے کوسووو کی آزادی اور 2011 میں لیبیا میں مداخلت، امریکی تعاون کے بغیر ممکن نہ ہو سکتی تھی۔

چہارم: عالمی سیاسی مسائل کے حل کے لئے دنیا امریکی قیادت کی طرف ہی رجوع کرتی ہے نہ کہ یورپ کی طرف۔

پنجم: دنیا بھر میں امریکہ کی مشہور ثقافت کا پھیلاؤ، یورپ کی ہر پیشکش کو بہت ہی معمولی کر دیتا ہے، اور اس نے لاکھوں لوگوں کے ذوق اور میلانات کو نئی شکل دے دی ہے۔

لہذا، مغربی بالادستی کے زوال کے تجزیے کے لئے امریکی پیشرفت کی کمزوریوں کی مثالیں دینا کافی ہو گا۔

امریکہ کے زوال کی تحقیق کرنا اب کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ ایک مانا ہوا موضوع ہے جو کہ امریکہ کی کمزور پڑتی معیشت، فوجی طاقت، اندرونی معاملات جیسے سیاست، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، ماحولیات، وغیرہ اور جغرافیائی سیاسی برتری میں آتی کمزوری کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔ اس شعبہ سے وابستہ لوگ عام طور پر انحطاطی تجزیہ نگار کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ چومسکی، Chomsky کو یقین ہے کہ امریکہ 1945 کے بعد سے مسلسل زوال پذیر ہے [18]۔ دوسرے تجزیہ نگار، جیسے تھامس فرائیڈ مین اور مائیکل مینڈل بام(Thomas Friedman and Michael Mandelbaum) کو یقین ہے کہ امریکہ اپنے زوال کے پانچویں دور سے گزر رہا ہے۔ ان کا دعوی ہے کہ اس کی پہلی لہر 1957 کے Sputnik Shock کے ساتھ آئی، دوسری لہر ویتنام کی جنگ کے دوران، تیسری لہر صدر جمی کارٹر کی پالیسیوں اور جاپان کے اٹھ کھڑے ہونے سے آئی، چوتھی لہر چین کے عروج سے اور پانچویں لہر 2008 کے عالمی مالیاتی بحران سے پیدا ہوئی تھی [19]۔ انحطاطی تجزیہ نگاروں سے اختلاف کرنے والوں کا خیال ہے کہ ہر لہر کے بعد امریکہ اپنی عالمی اجارہ داری کو جاری رکھنے کے لئے پھر صحت مند ہو گیا۔

اس مضمون میں ان موضوعات پر تحقیق کی گئی ہے: وہ بنیادی رجحانات جنہوں نے Covid-19 سے پہلے ہی امریکہ کی برتری کو معدوم کر دیا تھا، Covid-19 کے بعد کی دنیا سے کیا امید کی جاسکتی ہے، اور کیوں مسلم دنیا کو اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

داخلی طور پر غیر فعال سیاست

سب سے زیادہ سمجھ میں آنے والی بات جو امریکہ کی برتری کی صلاحیت، طاقت کی نمائش اور عالمی ورلڈ آرڈر پر اثرانداز ہونے کے تاثر کو کمزور کرتی ہے، وہ ملک کی اندرونی غیر فعال سیاست ہے۔ زیادہ پرانی بات نہیں کہ امریکہ کی جمہوریت، دنیا کے لئے قابلِ رشک تھی۔ دنیا بھر میں بہت سے لوگ، امریکی نظامِ حکمرانی، اختیارات کی تقسیم اور قانون کی بالادستی کی تمنا کرتے تھے۔ یہ سب خُمار اب ختم ہو چکا ہے۔ ڈیموکریٹس اور ریپبلکن، لبرلز اور کنزرویٹوز، سفید فام اور سیاہ فام اور امیر و غریب کے مابین سیاسی رسہ کشی نے امریکی سیاست کے ناقابلِ عبور تفرقات کو عیاں کر دیا ہے۔ اس صدی کے آغاز سے ہی، ان گہرے رخنوں نے ایک ٹوٹے پھوٹے سیاسی نظام کو وہ کچھ مہیا کیا جو کہ آخر کار صدر ٹرمپ کے دور میں، امریکیوں کے ہاتھوں، امریکی جمہوریت پر ایک حملے کی صورت میں اختتام پذیر ہوا۔

بائیڈن کے اس اعلان کہ "امریکہ واپس آگیا" کے باوجود، ایسے دلائل بہت ہی کم ہیں جو یہ اشارہ دیتے ہوں کہ یہ رِستے ہوئے زخم جلد ہی بھر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ کے حالیہ الیکشن میں، ٹرمپ کے حق میں 740 لاکھ ووٹ ڈالے گئے، جو تعداد کے اعتبار سے امریکی صدارتی الیکشن کی تاریخ میں دوسرے نمبر پر شمار ہوتے ہیں، اور صرف بائیڈن نے ہی اس سے زیادہ یعنی 810 لاکھ ووٹ حاصل کئے۔ ریپبلیکنز کے درمیان ٹرمپ کی حمایت کی شرح 87% اور ڈیموکریٹس کے درمیان 6% پر برقرار رہی [20] ۔ مزید یہ کہ 85% ریپبلکنز کا ماننا ہے کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی اور بائیڈن کی صدارت غیر قانونی ہے [21]۔ تقریباً 50% ووٹر اپنے نئے صدر کے خلاف ہیں، اور یہ سب غیر معمولی واقعات ہیں۔ ریپبلکن پارٹی اب سرکاری طور پر ٹرمپ کی پارٹی ہے۔ وہ اور اس کے حامی امریکی سیاست کے مستقبل پر طویل عرصے تک اثرات ڈالیں گے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ریپبلکن سیاستدانوں کو پارٹی کی نامزدگی میں کھڑا ہونے اور کامیابی حاصل کرنے کیلئے درکار سرمایہ حاصل کرنے کے لئے، ٹرمپ کے انداز اور پالیسیوں

کو زیادہ سے زیادہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اس سے ریپبلیکنز اور ڈیموکریٹس کے درمیان، سیاسی ماحول مزید تلخ ہونے کا امکان ہے۔

ایک اور عنصر جو امریکی سیاست کو مفلوج کر سکتا ہے، وہ سینیٹ کا ووٹنگ کا طریقہ کار ہے۔ بائیڈن کے لئے مشکل ہوگا کہ وہ اپنے کلیدی اصلاحی ایجنڈے کو قانونی منظوری دلوا سکے۔ قانونی اصولوں کے تحت، کانگریس میں بیشتر قانون سازی کے مؤثر ہونے کے لئے سینیٹ میں 60 ووٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مفاہمتی بلوں کا ایک پیچیدہ عمل سے گزرنا ضروری ہوتا ہے جو "Byrd Rule" کے نام سے جانا جاتا ہے [22]۔ بائیڈن کے لئے، الیکشن میں کئے گئے صحت، تعلیم اور دیگر وعدوں سے متعلق بنیادی اصلاحات کو عملی جامہ پہنانا مشکل ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ، بپھرے ریپبلیکنز کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانے کا نتیجہ پر تشدد احتجاج، یا سپریم کورٹ میں چیلنج کی صورت میں نکل سکتا ہے، جہاں کنزرویٹو جج، پروگریسو ججوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں، یعنی 6 کے مقابلے میں 3۔ امریکی داخلی سیاست کا سب سے تباہ کن پہلو یہ ہے کہ حریفوں اور حلیفوں کی طرف سے مفاہمت کا کوئی امکان نہیں، یہ جانتے ہوئے کہ بائیڈن کے ساتھ کی گئی کسی بھی مفاہمت کو مستقبل میں آنے والی ٹرمپ جیسی شخصیت الٹ سکتی ہے۔ اور یہ دوسری اقوام کو امریکی قیادت کی پیروی کرنے پر رضامند کرنے کی امریکی صلاحیت کو روک دے گا۔ خود کو آئیڈیالوجی اور عوامی مفادات سے بالاتر رکھنے والی سیاسی اشرافیہ کے ہوتے ہوئے، امریکہ کی یہ گہری سیاسی تقسیم ایک دیرپا بحران پیدا کردے گی جیسے کہ ڈالیو Dalio نے پیش گوئی کی تھی۔

معاشی تنگی کا سامنا

امریکہ کی معیشت اس کے سیاسی نظام کی نسبت بہت بہتر ہے۔ امریکہ 214 کھرب ڈالر کی مجموعی داخلی پیداوار کے ساتھ، دنیا کی سب سے بڑی معیشت ہے اور 25% کے ساتھ عالمی معیشت میں سب سے بڑے حصے کا مالک ہے [23]۔ ڈالر دنیا کی غیر متنازعہ ریزرو کرنسی ہے اور کسی بھی دوسری کرنسی کے مقابلے میں لین دین کو طے کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر استعمال ہوتا ہے۔ Fortune Global list میں پہلی بیس کمپنیوں میں زیادہ تر امریکی کمپنیاں ہی ہیں [24]۔ او ای سی ڈی (OECD) ممالک میں محصولات کی فی کس آمدنی کے اعتبار سے بھی

امریکہ ہی سب سے آگے ہے [25]۔اس تمام معاشی بالادستی کے باوجود، امریکہ کی معاشی قوت، گزشتہ برسوں میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔

1960 میں عالمی معیشت میں امریکہ کا حصہ 40% پر پہنچ چکا تھا اور گزشتہ سالوں میں، جیسے جیسے مزید اقوام دنیا کی معیشت میں حصہ لیتی گئیں، یہ شرح گر کر تقریباً نصف رہ گئی [26]۔ڈالر سسٹم کی وجہ سے ڈالر آج بھی مضبوط ہے، لیکن افراطِ زر کے مجموعی اثرات کی وجہ سے اپنی قوت خرید میں نمایاں کمزوریوں کا سامنا کر رہا ہے۔ 1960 میں ایک ڈالر کی قوتِ خرید آج کے تقریباً 8.84 ڈالر کے برابر ہے، جو 61 سالوں میں 7.84 ڈالر کا اضافہ ہے۔ بیورو آف لیبر (Bureau of Labor Statistics) کے اعداد و شمار کے مطابق، آج کی قیمتیں 1960 کی اوسط قیمتوں سے 884% زیادہ ہیں [27]۔ یہ توقع کی جا رہی ہے کہ بائیڈن کے 19 کھرب ڈالر کے معاشی ٹیکے کے منصوبے کے آغاز کے ساتھ ہی ڈالر کی قوتِ خرید میں مزید کمی واقع ہو گی۔(The Fortune Global 500) فارچون گلوبل 500 اب پہلے کی طرح امریکی کمپنیوں کی بالادستی کی عکاسی نہیں کرتا۔ 2020 میں فارچون گلوبل نے فخریہ طور پر 133 چینی کمپنیوں اور 121 امریکی کمپنیوں کا ذکر کیا جن میں صرف 2 امریکی کمپنیاں ہی پہلے 10 میں پہنچ پائیں [28]۔ اور آخر میں، وہ امریکہ میں چند لوگوں کے ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز ،امریکہ کے گھریلو آمدنی کی پیمائش کرنے والے اشاریوں کی درستگی پر تازہ شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے۔ پہلی مرتبہ،2019 میں امریکہ کی اوسط گھریلو آمدنی 63000 ڈالر تک پہنچی، لیکن افراط زر کے اثر کو شامل کرنے کے بعد یہ صرف 1999 کی سطح پر ہی پہنچ پائی [29]۔اسی اثنا میں امریکہ کے امیر ترین 1% فیصد لوگوں نے نچلے 90% سے 500 کھرب ڈالر لے کر خود کو بے انتہا حد تک امیر کر لیا [30]۔اگر یہی حالات جاری رہے، خصوصاً،امریکہ کے انتہائی مالدار سرمایہ داروں کا دولت کو غصب کرنا، تو امریکہ کی معاشی قوت مزید بے اثر اور غیر معتبر ہوتی جائے گی اور اندرونی بدحالی پیدا کر دے گی، جس کا ابنِ خلدون اور ٹرچن نے ذکر کیا ہے۔

کثیر فوج برقرار رکھنے کے اخراجات بڑھ رہے ہیں

70 ممالک اور علاقوں میں 800 فوجی اڈوں اور سالانہ 734 ارب ڈالر کے فوجی اخراجات کے ساتھ، جو کہ اپنے قریب ترین ہم پلہ حریف چین سے تقریباً تین گنا ہے،اس کے باوجود امریکہ کی فوجی قوت ماند پڑ رہی ہے [31, 32]۔2010 میں پینٹا گون نے اپنے فوجی ضوابط (ڈاکٹرائن) میں باضابطہ طور پر بیک وقت دو محاذوں پر جنگ لڑنے کی اہمیت کو ختم کر دیا تھا۔2010 میں، Quadrennial Defense Review نے "طاقت کی تشکیل کو طے کرنے میں (بیک وقت) دو جنگوں کی ضرورت کے بنیادی عنصر ہونے " کی نظرِ ثانی کو نظر انداز کر دیا[33]۔دوسری ریاستوں کے مقابلے میں امریکہ کی کئی دہائیوں پر محیط فوجی برتری میں بھی کمی ہوئی ہے،اور ساتھ ہی ساتھ دشمن کو پسپا کرنے اور اسے شکست دینے کی صلاحیت بھی کم ہو گئی ہے۔2018 میں امریکہ کی دفاعی حکمت عملی سے متعلق ایک خود مختار دو طرفہ کمیشن نے مشاہدہ کیا کہ "امریکہ کی دیرینہ فوجی برتری کم ہو چکی ہے" اور "امریکہ کی مخالفین کو روکنے، اور بوقتِ ضرورت شکست دینے کی صلاحیت، اور اپنی عالمی ذمہ داریوں کا احترام کرنے کے بارے میں شکوک و شبہات کافی حد تک پھیل چکے ہیں" [34]۔ایک مزید پیچیدگی امریکہ کا نئی بھرتیوں کو پر کشش بنانے کی قابلیت ہے، امریکی فوج میں خدمات انجام دینے کے لئے نوجوانوں کے مابین دلچسپی اپنے وقت کی کم ترین سطح پر گر گئی ہے۔صورتحال اتنی ابتر ہوگئی ہے کہ محض امریکی زمینی فوج کو برقرار رکھنے کے لئے، جس میں فوج اور میرین کور شامل ہیں، دونوں اداروں کو نوجوانوں کی کشش کے لئے تنخواہوں میں غیر معمولی اضافے اور بونس سکیم کا سہارا لینا پڑ رہا ہے [35]۔اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانستان اور عراق میں، امریکہ کی بُری فوجی کارکردگی نے امریکی فوجی طاقت کے زوال میں حصہ ڈالا ہے۔اگر حالات اسی طرح رہے، تو کسی بڑی طاقت جیسے چین یا روس کے ساتھ جنگ میں امریکہ کی فوجی قوت کا سخت امتحان ہو گا جس میں جیت کا امکان مزید کم ہو جائے گا۔تاہم، فوری خطرہ بیرونِ ملک فوجی مصروفیات کو برقرار رکھنے کے لئے درکار معاشی اور سیاسی اخراجات سے پیدا ہوا ہے جس کی طرف پال کینیڈی نے توجہ دلائی ہے۔گرتی ہوئی معاشی قوت کے ساتھ داخلی طور پر سیاسی غیر فعالی کی وجہ سے امکان ہے کہ امریکہ کی بیرون ملک فوجی ذمہ داریوں کو نقصان پہنچے گا۔

امریکہ کی ناکامیاں کچھ عظیم طاقتوں کی حوصلہ افزائی اور دوسروں کے اٹھ کھڑے ہونے کا سبب بنی ہیں

یہ ظاہر ہے کہ امریکہ معاشی اور فوجی قوت میں نسبتاً زوال کا سامنا کر رہا ہے اور ایک ٹوٹے پھوٹے سیاسی نظام کی وجہ سے یہ شدید تر ہو گیا ہے۔ اس سے اہم معاملات پر یورپ کو راضی کرنے اور روس اور چین جیسی ٹکرانے والی ریاستوں کی حوصلہ شکنی کرنے کی امریکی صلاحیت پر بھی اثر پڑا ہے۔ جنگ کے بعد کے برسوں سے ہی سمندر پار تعلقات امریکہ کے سیاسی منظر نامے کا سنگ بنیاد رہے ہیں۔ یورپ نے بہت سے مسائل پر بخوشی امریکی نکتہ نظر کو آگے بڑھایا ہے، اور ضرورت پڑنے پر امریکی اقدامات کی حمایت کی ہے۔ تاہم، سوویت یونین کے انہدام کے بعد سے ہی ان سمندر پار شراکت داروں میں بہت سے اہم معاملات پر فاصلے بڑھنے شروع ہو گئے، جیسا کہ یورپی یونین کی توسیع کی سمت، نیٹو کے نئے مشن، بین الاقوامی امور میں امریکی یکطرفہ پن میں اضافہ، عالمی سطح پر جنوب کی جانب پالیسیوں وغیرہ جیسے متعدد اہم امور۔ افغانستان اور عراق کے خلاف مرضی کی جنگوں نے سلگتے یورپ کے امریکہ کے ساتھ تعلقات مزید خراب کر دیے۔ 2003 میں، پیرس میں قائم فرانسیسی انسٹیٹیوٹ کے ڈپٹی ڈائریکٹر، ڈومینیک موسی Dominique Moisi نے اظہار کیا کہ "ہم جس چیز کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ مختلف احساسات اور جذبات کے ساتھ، دو مغارب (Wests) کا ظہور ہے، ایک امریکی مغرب اور ایک یورپی مغرب، "[36]۔ عالمی مالیاتی بحران جس کے بعد یوروزون کا بحران، یونانی قرضوں کا بحرانوں، کرنسیوں کی جنگ اور کفایت شعاری بمقابلہ اقتصادی ٹیکوں پر اختلافات نے دونوں کے مابین تعلقات کو مزید کشیدہ کر دیا۔ عرب بہار اور شامی مہاجرین کے بحران نے سمندر پار تعلقات پر اعتماد کو مزید زنگ آلود کر دیا۔

لیکن ٹرمپ کے آنے کے بعد ہی ایسا ہوا کہ تعلقات تاریخ کی نچلی ترین سطح پر پہنچ گئے۔ یورپ کے بارے میں ٹرمپ کا عزم کہ وہ نیٹو کی مالی ذمہ داریوں میں اپنا حصہ بڑھائے گا اور ادارے کے آرٹیکل 5 پر اس کے عدم اعتماد پر اتحادیوں کی جانب سے کڑی تنقید ہوئی۔ یورپی تحفظ کے امریکی وعدے کی دوبارہ تجدید سے ٹرمپ کے انکار کے متعلق بات کرتے ہوئے چانسلر، انجیلا مرکل نے کہا، "وہ دَور ختم ہونے کو ہے جب ہم دوسروں پر مکمل انحصار کر سکیں... ہم یورپیوں کو اپنی تقدیر اپنے ہاتھ میں لینی ہو گی" [37]۔ ٹرمپ نے ڈھٹائی سے یورپ کے خلاف اپنے بیانات جاری رکھے۔ اس نے کھلم کھلا یورپ کی تقسیم اور بریگزٹ کی حمایت کی، میکرون کے اس مشورے پر اس کی سرزنش کی کہ

یورپ کو اپنے آپ کو امریکہ سے بچانے کے لئے ایک فوج کی ضرورت ہے، اور ایک تجارتی جنگ کی آگ بھڑکا دی [38]۔ یورپ نے امریکی خدشات کو نظر انداز کرتے ہوئے ردعمل کا اظہار کیا اور اچھی طرح جانتے ہوئے کہ ٹرمپ وائٹ ہاؤس سے جا رہا ہے، چین کے ساتھ ایک جامع تجارتی معاہدے پر دستخط کرنے کا عہد کیا۔ بری طرح بگڑ جانے والے سمندر پار تعلقات نے باہمی تعاون کو کئی مسائل سے دوچار کر دیا ہے، اسی نکتہ پر Dalio ڈالیو نے زور دیا تھا۔ اپنی پہلی عوامی ملاقات میں، میکرون اور مرکل نے بائیڈن کو یاد دہانی کرائی کہ جرمن-فرانس اتحاد یورپ کے مفادات اور خود مختاری کی حفاظت کرے گا۔ ملاقات میں میکرون نے امریکہ سے "اسٹریٹجک خود مختاری" پر زور دیا، جبکہ مرکل نے چین کے ساتھ طے پانے والے تجارتی معاہدے کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ "ہمارے مفادات ہمیشہ اکٹھے نہیں ہوں گے" [39]۔ بہت ہی کم امید ہے کہ براعظم یورپ اور امریکہ کے مابین تعلقات میں اب آئندہ خاطر خواہ بہتری آسکے گی۔

گزشتہ برسوں کے دوران متعدد ٹھوکروں کا سامنا کرنے کے بعد امریکہ کے روس کے ساتھ تعلقات بھی ایک نئی نچلی سطح تک پہنچ چکے ہیں، جو کہ سرد جنگ کے ابتدائی ایام کے بعد سے کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے۔ طاقت میں ہم پلہ روس نے امریکہ کی بالادستی کو چیلنج کیا اور قفقاز، یوکرین اور وسطی ایشیاء میں امریکہ کے اثر و رسوخ کو پیچھے دھکیل دیا ہے۔ 2008 میں، روس نے جارجیا پر حملہ کیا اور جنوبی اوسیٹیا (South Ossetia) پر قبضہ کر لیا، 2014 میں کریمیا کو ضم کر لیا اور خطے کے مشرقی حصے میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لئے یوکرین میں جنگ لڑی۔ روس مغرب کی طرف سے سخت پابندیوں اور جرمانوں کے باوجود یہ سب کام کرنے میں کامیاب رہا۔ وسطی ایشیاء میں، ازبکستان اور کرگزستان میں روس نے امریکی اثر و رسوخ کو کامیابی سے پیچھے دھکیل دیا۔ سابق امریکی سیکرٹری دفاع، رابرٹ گیٹس Robert Gates کو وال سٹریٹ جرنل میں لکھتے ہوئے روس کے نوآموز عروج کے بارے میں یہ کہنا پڑا کہ "ہم روس کو ایک ساتھی بنانا چاہتے ہیں، لیکن اب یہ مسٹر پیوٹن کی قیادت تلے واضح طور پر ممکن نہیں ہے۔ اس نے ایک ایسا آہنی پنجہ مارا ہے جو صرف کریمیا یا یوکرائن تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس کے اقدامات نے سرد جنگ کے بعد کے تمام انتظام کو چیلنج کر دیا ہے" [40]۔ روس نے سخت سردیوں کے مہینوں کے دوران یورپ کی گیس کی

سپلائی کو کاٹ کر، غیر ملکی سرزمین پر ڈھٹائی سے قتل وغارت گری اور امریکی اور یورپی انتخابات میں مداخلت کر کے مغرب کو مزید خبردار کر دیا۔ روس کی شام کے تنازعہ اور دیگر جگھوں پر جدید ترین سائبر ہتھیاروں اور جدید فوجی سازوسامان کی نمائش نے امریکی پالیسی سازوں پر یہ انکشاف کر دیا کہ روس مخصوص علاقوں میں امریکی اجارہ داری کو چیلنج کرنے کی سکت رکھتا ہے۔

امریکہ نے یہ سب کیسے ہونے دیا؟ 90 کی دہائی میں امریکہ اپنی معاشی اور فوجی طاقت کے نکتۂ عروج پر تھا اور دنیا کی واحد سپر پاور کے طور پر عالمی بالادستی رکھتا تھا۔ روس ایک گہرے معاشی اور سیاسی بحران کا شکار تھا۔ آئی ایم ایف کے قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہونے کی وجہ سے، روس، سابقہ یورپ میں یورپی یونین اور نیٹو کی توسیع کو روکنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ نہ ہی کریملن امریکہ کو بلقان میں روسی اثر ورسوخ کو روکنے کے خلاف کچھ کر سکا۔ 2000 میں بحیرہ بارینٹس Barents Sea میں کرسک (K-141) آبدوز کا نقصان اور عملے کو بچانے میں کریملن کی نااہلی، ان باتوں کا اظہار تھا کہ روس اپنی سپر پاور کی حیثیت سے کتنا دور جا چکا ہے [41]۔ پھر بھی، دو دہائیوں کے عرصے میں، عمر رسیدہ آبادی اور کمزور معیشت کے حامل روس نے خود کو دوبارہ کھڑا کر لیا اور امریکہ کو چیلنج کرنے کے قابل ہو گیا۔ روس کی محدود استعداد (صرف فوجی طاقت) یہ ظاہر کرتی ہے کہ امریکہ کے پہلے ہی افغانستان اور عراق کی تباہ کن جنگوں میں گھرا ہونے، اور اس کے ساتھ ہی عالمی مالیاتی بحران کی وجہ سے بھی امریکہ روس کی مخصوص علاقوں میں جارحیت کا مقابلہ کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یقیناً، روس امریکہ کی عالمی قیادت کو بے دخل نہیں کر سکتا، لیکن وہ امریکی منصوبوں میں یقینی طور پر خلل ڈال سکتا ہے اور یوریشیا میں امریکہ کی بالادستی کو کمزور کر سکتا ہے۔

ایشیاء میں چین کے عروج پر قابو پانے کی امریکی کوششوں کے متعلق بھی کافی سوال اٹھتے ہیں۔ نوے کی دہائی کے وسط سے ہی، واشنگٹن چین کو امریکہ کا سب سے بڑا دشمن سمجھتا تھا۔ بعد میں آنے والی امریکی حکومتوں نے بھی بہت احتیاط سے کوشش کی کہ مختلف اقدامات کے ذریعہ چین کو اپنی حدود میں رکھا جائے۔ امریکہ نے شمالی کوریا کے جوہری مذاکرات پر طویل عرصے تک چین کو الجھائے رکھا، اور دانستہ طور پر ایک مستقل حل سے گریز کیا۔ اسی اثنا میں، امریکہ نے تبت، سنکیانگ میں چین کی انسانی حقوق کی پامالی اور مذہبی فالون گونگ گروپ Falun Gong

group سے ہونے والے سلوک سے فائدہ اٹھایا تاکہ چینی قیادت کو بدنام کیا جاسکے اور اسے اپنے اندرونی معاملات پر ہی توجہ مرکوز کرنے پر رکھا جائے۔ چین کی مغرب کی طرف توسیع کی مخالفت کرنے کے لئے امریکہ نے بھارت کو فصیل کی طرح کھڑا کر دیا۔ واشنگٹن نے بھارت کو اپنی فوجی اور جوہری صلاحیتوں کو بہتر بنانے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دونوں ممالک کے درمیان مستقبل کی جنگ کی بنیاد رکھی۔ چین کی بحری توسیع کو ختم کرنے کی کوشش میں، امریکہ نے بھارت کو Quadrilateral Security Dialogue (QSD) میں شامل کیا۔ پچھلی دہائی میں، (QSD) یعنی امریکہ، بھارت، آسٹریلیا اور جاپان نے متعدد بحری مشقیں کی ہیں تاکہ بیجنگ کو حوصلہ شکن پیغام دیے جائیں کہ وہ پہلے اور دوسرے جزیرے کی لڑیوں سے باہر جانے کی جرأت نہ کرے، ان کا مقصد چین کی بحری جڑوں کی افزائش سے پہلے ہی انہیں کاٹ دینا ہے۔ واشنگٹن نے ویتنام، فلپائن اور جاپان کو بھی چین کے مشرقی اور جنوبی سمندروں میں بے مقصد علاقائی تنازعات میں الجھانے کی ترغیب دی۔ تاہم، چین پر امریکہ کی برتری کا سب سے بڑا ستون تائیوان ہے، امریکی منصوبہ ساز اس جزیرے کو ایک ناقابل غرق طیارہ بردار بحری جہاز کے طور پر دیکھتے ہیں، جسے امریکہ نے فوجی ساز و سامان سے مضبوط کیا ہے تاکہ زمین سے اس تک رسائی کی کسی بھی کوشش کو ناکام بنایا جائے۔ دوسری طرف، چین تائیوان کو "ون چائنا" کا اٹوٹ حصہ سمجھتا ہے، اور اس کے امریکی دائرہ کار میں ہونے کو ایک انتہائی ذلت کا سبب سمجھتا ہے۔

امریکہ کی جانب سے چین کی حد بندی کو سہارا دینے کے سخت اقدامات کے باوجود، بیجنگ ملک کو خطے میں بالادستی کی طرف ایک ہموار راستہ پر گامزن کرنے میں کامیاب رہا۔ چین 2010 میں، جاپان سے آگے نکلتے ہوئے، تیزی سے دنیا کی دوسری بڑی معیشت بن گیا، اور آج عالمی جی ڈی پی کے 17% کا مالک ہے، جو امریکہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے [42, 43]۔ تین دہائیوں کے عرصے میں، چین کی معیشت، امریکی مجموعی داخلی پیداوار (جی ڈی پی) کے تناسب کی فیصد سے 1990 میں 6% سے بڑھ کر 2019 میں 67% ہو گئی [44, 45]۔ سوویت یونین کے عروج کے وقت اس کا (جی ڈی پی) تناسب، امریکہ کا صرف 50% تھا، اور اس نے علاقائی بالادستی کے لئے امریکہ کا مؤثر طریقے سے مقابلہ کیا۔

چین کی شاندار اقتصادی ترقی کے علاوہ، چین کی تکنیکی صلاحیت میں نمایاں حد تک اضافہ ہوا ہے، خاص طور پر 5G اور artificial intelligence کے شعبوں میں۔ Alphabet کا چیئر مین ایرک شمٹ (Eric Schmidt) چین کے متعلق مسلسل خبر دار کرتا رہا کہ چین artificial intelligence میں امریکہ سے آگے نکل جائے گا [46]۔ فوجی محاذ پر، چین نے امریکہ سے اپنے فرق کو کم کرنے میں غیر معمولی پیشرفت کی۔ 2000 میں، امریکی محکمہ دفاع (DoD) نے نوٹ کیا کہ "پی ایل اے People's Liberation Army (PLA) کی زمینی، فضائی، اور بحری افواج حجم میں کافی تھیں لیکن زیادہ تر فرسودہ تھیں"[47]۔ بیس سال بعد، امریکی محکمہ دفاع (DoD) نے مشاہدہ کیا کہ "چین نے پی ایل اے (PLA) کو مستحکم اور جدید بنانے کے لئے، گزشتہ دو دہائیوں کے دوران وسائل، ٹیکنالوجی، اور سیاسی عزم کو تقریباً ہر لحاظ سے صف آرا کر لیا ہے۔ چین مخصوص میدانوں میں پہلے ہی امریکہ سے آگے ہے"[48]۔ چین کی فوجی صلاحیتوں میں وسیع پیمانے پر بہتری واقعی امریکی فوجی حکمت عملی کے پالیسی سازوں کے لئے باعث تشویش ہے۔

امریکہ کی چین پر قابو پانے کی حکمت عملی میں جو غلطی تھی وہ یہ خام خیالی تھی کہ چین کے خطے میں عزائم کو محدود کرنے اور بیک وقت چین کی معیشت کو مغربی تسلط والے عالمی معاشی نظام میں ضم کرنے سے امریکہ چین کو جمہوری بنا سکتا ہے اور چین کے ابھرنے کے خلاف بندوبست کر سکتا ہے۔ 2000 میں، صدر کلنٹن نے WTO میں چین کی شمولیت کی حمایت کرتے ہوئے معاشی ترقی اور جمہوریت کے فروغ کے درمیان واضح ربط قائم کیا۔ اس نے کہا، "W.T.O میں شامل ہو کر... [چین] جمہوریت کی ایک نہایت انمول قدر: اقتصادی آزادی، کو درآمد کرنے پر راضی ہے۔ چین اپنی معیشت کو جتنا آزاد کرے گا، اتنا ہی مکمل طور پر وہ اپنے عوام کی صلاحیتوں کو آزاد کرے گا[49]۔ چین نے اپنی معیشت اپنے کھیل کے مطابق انتہائی شاطر انداز میں کھولی ہے، یعنی بغیر کسی سی سی پی CCP کے کنٹرول کے حیرت انگیز معاشی ترقی - امریکہ کو تقریباً ایک دہائی یا کچھ عرصہ لگ گیا کہ وہ چین کو اپنی حدود میں رکھنے کی پالیسی کی غلطیوں کا ازالہ کر سکے۔ 2012 میں، صدر اوبامہ نے امریکہ - ایشیاء اہم حکمت عملی کا اعلان کیا جس کا شدت سے انتظار کیا جا رہا تھا، جس میں بنیادی طور پر 60% امریکی بحری بیڑے کی یورپ سے ایشیاء منتقلی شامل تھی۔ صدر ٹرمپ

نے اپنے پیش روکی پیروی کی اور خاص طور پر چین کی Hi-tech صنعت کو نشانہ بنانے کے لئے چین کے ساتھ تجارتی جنگ کا آغاز کیا۔ اب تک، ان میں سے کسی بھی قدم نے چین کی ترقی کے سفر میں خاطر خواہ رکاوٹ نہیں ڈالی۔

کچھ مبصرین، جیسے ڈالیو Dalio ، چین پر قابو پانے میں امریکہ کی ناکامی کو ایسے ثبوت کے طور پر دیکھتے ہیں کہ چین مستقبل قریب میں دنیا کی سربراہی میں امریکہ کو ہٹا کر اس کی جگہ لے لے گا۔ CNN کے فرید زکریا جیسے دوسرے افراد کو یہ توقع ہے کہ امریکہ اور چین یکساں طور پر امریکہ اور سوویت جیسے دوطرفہ سمجھوتے پر آ پہنچیں گے [50]۔ یہ آراء امریکی طاقت کے دوبارہ جائزے اور اس کے ظاہری زوال پر مبنی ہیں۔ درحقیقت، امریکہ کے کچھ نامور خارجہ پالیسی مفکرین نے دو دہائی قبل ہی امریکہ کے زوال کی پیش گوئی کی تھی، لیکن اسے حتمی کی بجائے نسبتاً پیرائے بیان کیا تھا۔ 1997 میں، امریکی طاقت کے عروج کے وقت، برزینسکی Brzezinski نے امریکہ کے اٹل زوال کی پیش گوئی کی۔ انہوں نے ''The Grand Chessboard'' میں لکھا ہے "جب امریکہ کی قیادت ماند پڑنا شروع ہو جائے گی ... امریکہ دنیا کو کیا دے کر جائے گا..." [51]۔ 1999 میں Foreign Affairs میں لکھتے ہوئے، رچرڈ ہاس نے پیشن گوئی کی کہ "امریکی فوقیت برقرار نہیں رہے گی" جیسا کہ "دوسروں کے مقابلے میں امریکہ کا مقام لامحالہ کم ہو جائے گا" [52]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ (Covid-19) سے پہلے ہی امریکہ کے سیاسی نظام کی تقسیم اور اس کی قومی طاقت، خاص طور پر معاشی اور فوجی طاقت، کی کمزوریوں نے دنیا کی اولین ریاست کے زوال کا باعث بننا شروع کر دیا تھا۔ امریکہ کے یورپ کے ساتھ تعلقات میں کشیدگی، اور روس اور چین کی طرف سے دباؤ نے امریکہ کی برتری مزید کم کر دی۔ مزید یہ کہ، ایک کمزور شدہ امریکہ کا مطلب ایک کمزور شدہ مغرب ہے۔ مغرب میں کورونا وائرس سے نمٹنے کی ناقص حکمتِ عملی نے امریکی اور یورپی قیادت پر اعتماد کو سخت مجروح کیا ہے۔ ویکسین کی قوم پرستی نے مغرب کی قیادت کرنے کی قابلیت پر ایک اور بدنما داغ ڈالا ہے۔ یہ اس ویکسین کی سفارتکاری کے بالکل برعکس ہے جو روس اور چین نے دنیا کے غریب ممالک میں اپنا تاثر بہتر بنانے کے لئے کی ہے۔

مسلمانوں کے لئے بڑی طاقتوں کو بے دخل کر دینے کا موقع

جیسے ہی دنیا اس وبا سے باہر نکلے گی، یہ بہت ہی واضح ہے کہ مغرب کی عالمی بالادستی کبھی بھی پہلے جیسی نہ ہو گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں؛ **وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ "اور ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے، اور جب ان کا وقت آجاتا ہے وہ اس سے ایک ساعت بھی نہ دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی"** (الاعراف: 34)۔ پس مسلمانوں کے لئے یہ ایک موقع ہے کہ مغربی تسلط سے اپنے آپ کو آزاد کروالیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی مثالوں سے بھری پڑی کہ کیسے انہوںؐ نے اس وقت کے بین الاقوامی حالات کا تندہی سے مشاہدہ کیا، روم اور فارس کے درمیان طاقت کی رسہ کشی کا جائزہ لیا اور وہ انتہائی باریک بینی سے ان کی صلاحیتوں سے آگاہ تھے۔ ان کی مثالوں میں بہت کچھ موجود ہے جس سے مسلمان سیکھیں اور آج کے حالات کے مطابق استعمال کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مضبوط سیاسی ماحول میں پرورش پائی، جہاں قریش، روم اور فارس کی اقتدار کی سیاست کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کے دونوں کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے اور دو عظیم طاقتوں کے مابین کسی بھی تنازعہ کی صورت میں وہ غیر جانبدار رہنے کے مواقع ڈھونڈتے تھے تاکہ اس کا اثر ان کی تجارت پر نہ پڑے۔ ایک واقعہ میں، ابو بکرؓ نے روم کی مستقبل میں فارس پر فتح حاصل کر لینے پر قریش کے ساتھ شرط لگائی۔ رسول اللہ ﷺ فارسیوں کے مقابلے میں رومیوں کی گرتی صورتحال سے مکمل آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ رومی آگے کسی موقع پر فارس کو شکست دے کر اس زوال کو بدل دیں گے۔ اسی لئے آپؐ نے ابو بکرؓ کو ہدایت دی کہ وہ قریش کے ساتھ شرط میں اونٹوں کی تعداد اور وقت کا دورانیہ بڑھا دیں۔ دوسرے مواقع پر رسول اللہ ﷺ چھوٹی سے چھوٹی تفصیلات معلوم کرتے تاکہ جائزہ لے سکیں کہ کیا نصرۃ دینے والوں کے پاس اتنی طاقت ہے جو نہ صرف اسلامی ریاست کو قائم کر سکے بلکہ اس کو پھیلا کر روم و فارس کے تسلط کو ختم کر سکے؟ حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی تشکیل کے مراحل میں تھے، آپ ﷺ اسلامی ریاست کے قیام پر کسی قسم کے اثرات کو کم کرنے کے لئے روم اور فارس کا گہرا مشاہدہ رکھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بین الاقوامی حالات، یا روم اور فارس کے منصوبوں کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ 629 میں، رسول اللہ ﷺ نے جانچ لیا کہ مدینہ کے تحفظ کو جنوب کی جانب سے دشمن قریش اور شمال کی جانب سے خیبر کے جنگجو یہودیوں سے خطرہ ہے۔ نوزائیدہ اسلامی ریاست کے لئے صورتحال کو مزید خطرناک بنانے کے لئے، رومی، عرب میں کسی اڈے کی تلاش میں تھے اور خیبر اس کے لئے ایک بہترین جگہ تھی۔ تاہم، حدیبیہ کے معاہدے کے انعقاد سے رسول اللہ ﷺ نے یہودی خطرے کو بے اثر کر دیا اور رومیوں کو اپنا اثر و رسوخ داخل کرنے سے روک دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ روایت برقرار رکھی۔ جب ابو بکرؓ اور عمر بن خطابؓ نے روم اور فارس سے بیک وقت جنگ کی، وہ بخوبی جانتے تھے کہ 26 سال کی جنگ کے بعد دونوں طاقتیں زوال کے دَور میں داخل ہو چکی ہیں اور انہوں نے دونوں طاقتوں کو ایک تباہ کن دھچکا لگانے کے لئے ان کمزوریوں کو استعمال کیا۔

لہٰذا یہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ بین الاقوامی صورتحال کا باضابطہ طور پر جائزہ لیں، عظیم طاقتوں کے عروج و زوال کی جانچ کریں، اور اسلامی ریاست کے دوبارہ قیام اور پھر اس کے پھیلاؤ کے لئے مسلسل مواقع ڈھونڈتے رہیں۔ کیا کوئی اتنا بہادر اور مخلص ہے جو آج یہ کام سرانجام دے سکے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: **يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ أَقۡدَامَكُمۡ "اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا"** (محمد: 7)۔

حوالہ جات:

[1] Kagan, R. (2013). *The world America made*. New York: Vintage Books, a division of Random House.

[2] Tisdall, S. (2020). Power, equality, nationalism: how the pandemic will reshape the world. *The Guardian*. Available at: https://www.theguardian.com/world/2020/mar/28/power-equality-nationalism-how-the-pandemic-will-reshape-the-world.

[3, 4, 5, 6, 7, 8] Foreign Policy, (2021) The World after the Coronavirus: We asked 12 leading thinkers to predict what happens in 2021 and beyond. *Foreign*

Policy. Available at: https://foreignpolicy.com/2021/01/02/2021-coronavirus-predictions-global-thinkers-after-vaccine/

[9] Kennedy, P. (1988). *The Rise and Fall of Empires*. New Ed edition, Publisher: William Collins.

[10, 11] New Scientist (2016). End of days: Is Western civilization on the brink of collapse?. *New Scientist*. Available at: https://www.newscientist.com/article/mg23731610-300-end-of-days-is-western-civilisation-on-the-brink-of-collapse/

[12] Deal Street Asia (2020). Billionaire investor Ray Dalio says pandemic to usher in new world order with China on top. *Deal Street Asia*. Available at: https://www.dealstreetasia.com/stories/pandemic-china-ray-dalio-187533/

[13] Wall Street Journal (2018). Why history goes in circles. *Wall Street Journal*. Available at: https://www.dealstreetasia.com/stories/pandemic-china-ray-dalio-187533/

[14] Rodenbeck, M. (2012). The cycle of history. *Economist*. Available at: https://www.economist.com/news/2012/11/21/the-cycle-of-history

[15] Amdad, K. (2020). Largest Economies in the World: Why China Is the Largest, Even Though Some Say It's the U.S. *the balance*. Available at: https://www.thebalance.com/world-s-largest-economy-3306044

[16] Statista, (2020). The 15 countries with the highest military spending worldwide in 2019. Statista. Available at: https://www.statista.com/statistics/262742/countries-with-the-highest-military-spending/

[17] World Bank (2020). GDP (current US$) - Russian Federation. *World Bank*. Available at: https://data.worldbank.org/indicator/NY.GDP.MKTP.CD?locations=RU

[18] Chomsky, N. (2011). American Decline: Causes and Consequences, *al-Akhbar*. Available at: https://chomsky.info/20110824/

[19] Joffe, J. (2011). Declinism's Fifth Wave, The American Interest. Available at: https://www.the-american-interest.com/2011/12/09/declinisms-fifth-wave/

[20] Gallup, (2020). “Presidential Approval Ratings -- Donald Trump” [online] *Gallup*. Available at: https://news.gallup.com/poll/203198/presidential-approval-ratings-donald-trump.aspx

[21] Eurasia Group, (2021). “Top Risks 2021” [online] *Eurasia Group*. Available at: https://www.eurasiagroup.net/issues/top-risks-2021].

[22] New York Times, (2021). “With New Majority, Here’s What Democrats Can (and Can’t) Do on Health Care” [online] New York Times. Available at: https://www.nytimes.com/2021/01/07/upshot/biden-democrats-heath-plans.html

[23] Amdad, K. (2020). Largest Economies in the World: Why China Is the Largest, Even Though Some Say It’s the U.S. *the balance*. Available at: https://www.thebalance.com/world-s-largest-economy-3306044

[24] Fortune. (n.d.) Fortune: Global 500, Fortune. Available at: https://fortune.com/global500/2019/search/

[25] OECD, (2021). Household disposable income (indicator). doi: 10.1787/dd50eddd-en

[26] Visual Capitalist, (2021) The U.S. Share of the Global Economy Over Time. Available at: https://www.visualcapitalist.com/u-s-share-of-global-economy-over-time/

[27] CPI Inflation Calculator, (2021) Value of $1 from 1960 to 2021. Available at: https://www.in2013dollars.com/us/inflation/1960?amount=1

[28] Fortune Media. (2020 FORTUNE Releases Annual FORTUNE Global 500 List. Available at: https://www.prnewswire.com/news-releases/fortune-releases-annual-fortune-global-500-list-301119164.html

[29] Telford, T. (2019), Income inequality in America is the highest it’s been since Census Bureau started tracking it, data shows. Washington Post, Available at: https://www.washingtonpost.com/business/2019/09/26/income-inequality-america-highest-its-been-since-census-started-tracking-it-data-show/

[30] Time, (2020). The Top 1% of Americans Have Taken $50 Trillion From the Bottom 90%—And That's Made the U.S. Less Secure. *Time*, Available at:https://time.com/5888024/50-trillion-income-inequality-america/

[31] Vine, D. (2015). Where in the World Is the U.S. Military? *Politico*. Available at:https://www.politico.com/magazine/story/2015/06/us-military-bases-around-the-world-119321

[32] Statista, (2020). The 15 countries with the highest military spending worldwide in 2019. Statista. Available at: https://www.statista.com/statistics/262742/countries-with-the-highest-military-spending/

[33] Daggett S. (2010). Quadrennial Defense Review 2010: Overview and Implications for National Security Planning, *Congressional Research Service*. Available at: https://fas.org/sgp/crs/natsec/R41250.pdf

[34] New York Times, (2018). U.S. Military's Global Edge Has Diminished, Strategy Review Finds. *New York Times*. Available at: https://www.nytimes.com/2018/11/14/us/politics/defense-strategy-china-russia-.html

[35] Arkin, W. (2019). Fewer Americans want to serve in the military. Cue Pentagon panic, The Guardian. Available at: https://www.theguardian.com/commentisfree/2019/apr/10/fewer-americans-serve-military-pentagon-panic

[36] Synovitz, R. (2003). U.S.: Two Years After 9/11, 'Two Wests' Emerging With Fundamental Differences. Radio Free Europe. Available at: https://www.rferl.org/a/1104302.html

[37] BBC, (2017). Merkel: Europe 'can no longer rely on allies' after Trump and Brexit. *BBC*. Available at: https://www.bbc.com/news/world-europe-40078183

[38] Sky News, (2018). Donald Trump ridicules Emmanuel Macron with jibe over First and Second World Wars. *Sky News*. Available at: https://news.sky.com/story/donald-trump-ridicules-emmanuel-macron-with-jibe-over-first-and-second-world-wars-11553193

[39] New York Times, (2021). Biden Tells Allies 'America Is Back,' but Macron and Merkel Push Back. *The New York Times*. Available at: https://www.nytimes.com/2021/02/19/us/politics/biden-munich-conference.html

[40] Gates, R. (2014). Putin's Challenge to the West. *Wall Street Journal*. Available at: https://www.wsj.com/articles/SB10001424052702303725404579460183854574284

[41] Kitap Sun, (2000). RUSSIAN NAVY: Feelings of shame, disgrace. *Kitap Sun*. Available at: https://products.kitsapsun.com/archive/2000/08-22/0006_russian_navy___feelings_of_shame___.html

[42] ibid. 15

[43] Council of Foreign relations, (2020).Timeline: US Relations with China. *Council of Foreign Relations*. Available at: https://www.cfr.org/timeline/us-relations-china

[44] ibid. 15

[45] The World Bank, (n.d.). World Development Indicators. The World Bank. Available at: https://datatopics.worldbank.org/world-development-indicators/

[46] James, V. (2017). Eric Schmidt says America needs to 'get its act together' in AI competition with China. *The Verge*. Available at: https://www.theverge.com/2017/11/1/16592338/eric-schmidt-google-ai-competition-us-china

[47] Department of Defense, (2020). Military and Security Developments Involving the People's Republic of China 2020. *Department of Defense*, Available at: https://media.defense.gov/2020/Sep/01/2002488689/-1/-1/1/2020-DOD-CHINA-MILITARY-POWER-REPORT-FINAL.PDF

[48] ibid. 47

[49] Johns Hopkins University, (2000). Full Text of Clinton's Speech on China Trade Bill. Available at: https://www.iatp.org/sites/default/files/Full_Text_of_Clintons_Speech_on_China_Trade_Bi.htm

[50] Zakaria, F. (2020).China-US rivalry poses world's greatest challenge, but we can prosper. The Sunday Morning Herald. Available at: https://www.smh.com.au/national/china-us-rivalry-poses-world-s-greatest-challenge-but-we-can-prosper-20201125-p56hwe.html

[51] Brzezinsky, Z. (1997). The Grand Chessboard. New York: Basic Books. Pp. 210

[52] Haass, R. (1999). What to Do With American Primacy. *Foreign Affairs*. Available at: https://www.foreignaffairs.com/articles/1999-09-01/what-do-american-primacy

فہرست

کشمیر کو دفن کر کے ہندو ریاست کے آگے گھٹنے ٹیکنا مردود عمل ہے

علی طارق–پاکستان

جنرل باجوہ کی مدتِ ملازمت میں توسیع کی شرائط اب ایک ایک کر کے شرمندگی سے سامنے آرہی ہیں جو پاکستان کے مسلمانوں کے مفادات پر کیے گئے سمجھوتے کو عیاں کرتی ہیں۔

ان میں پہلے نمبر پر ملک کی معاشی صورتحال کو بہتر بنانے کے بہانے سے IMF کے تباہ کن پروگرام کا ظالمانہ نفاذ تھا۔ لیکن اصل میں اس کا مقصد عالمی سطح پر قرض دینے والوں کے، اِس سودی کاروبار میں لگے پیسے کی حفاظت کرنا تھا جس کی نگرانی IMF کر رہا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ملک کے مالی معاملات پر مغربی کنٹرول کو یقینی بنانا تھا۔ نئی مالی پالیسیوں اور اقدامات کو جلد از جلد نافذ کیا گیا تا کہ غیر ملکی قرضوں پر ادائیگی کی ضمانت دی جا سکے جس کی قیمت مقامی معیشت کو تباہ کر دینا، کمر توڑ ٹیکسوں کا نفاذ اور عوام کیلئے قیمتوں میں ہوشربا اضافہ تھا۔ اس کے بعد قرضوں کے بوجھ میں اضافہ کرنے کیلئے مزید سودی قرضے لیے گئے تا کہ ملک مغربی ہاتھوں میں ہی یرغمال بنا رہے۔ یہ سب اللہ سبحانہ وتعالی اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی واضح خلاف ورزی میں کیا گیا، جنھوں نے سود پر مبنی معاشی لین دین اور غیر مسلموں کو معاہدوں کے ذریعے مسلمانوں کے معاملات پر کنٹرول دینے سے منع کیا ہے۔

مسلمانوں کے مفادات پر جنرل باجوہ کا دوسرا سمجھوتہ، امریکہ کی رہنمائی میں افغان مذاکرات کی کھلے دل سے حمایت کرنا تھا۔ پاکستان نے طالبان کی قیادت میں موجود افغان مسلمانوں پر دباؤ ڈالا تا کہ وہ امریکہ اور مغربی طاقتوں کے خلاف جہاد کو ترک کر کے امریکی معاونت یافتہ افغان حکومت کے ساتھ مل جائیں۔ اس کا مقصد علاقے میں امریکی فوج کی مستقل موجودگی کے ذریعے خطے کو کنٹرول کرنے کی راہ ہموار کرنا تھا تا کہ امریکہ علاقے میں اسلام کے سیاسی نظام کے طور پر واپسی کی بڑھتی ہوئی پکار پر نظر رکھ سکے اور ساتھ ساتھ خطے میں چینی اثر و رسوخ کو روک سکے۔ یہ بھی اللہ سبحانہ وتعالی اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی واضح خلاف ورزی میں کیا گیا جنھوں نے قابض غیر مسلم طاقتوں کے

خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کے معاملات پر غیر مسلموں کو کسی قسم کا کنٹرول دینے میں معاونت سے منع فرمایا۔

تیسرا سمجھوتہ کشمیر سے دستبرداری اور جموں و کشمیر پر بھارتی قبضے کو کھلم کھلا طور پر تسلیم کرلینا ہے۔ اس کا مقصد بھارتی فوج کو لداخ کی سرحد پر چین کے ساتھ نچلے درجے کے فوجی تنازعے میں مصروف رکھ کر خطے میں چینی اثرورسوخ سے متعلق امریکی مفادات کی حفاظت ہے۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پاکستان کی فوجی قیادت یہ ضمانت نہ دے دے کہ وہ جموں و کشمیر کے معاملے پر بھارت کو تنگ نہیں کرے گی۔ یہ ضمانت بالآخر لائن آف کنٹرول پر جنگ بندی کے معاہدے کی صورت میں سامنے آگئی، جس کے بعد "اسلام آباد سیکورٹی مذاکرات" کے موقع پر جنرل باجوہ کی "ماضی کو دفن کر کے آگے بڑھو" والی تقریر سامنے آئی جس میں بھارت کے جموں و کشمیر پر قبضے کو تسلیم کرتے ہوئے اسے اکھنڈ بھارت کا حصہ تسلیم کرنے کا اشارہ دیا گیا۔ یہ بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی واضح خلاف ورزی میں کیا گیا جنھوں نے مسلم علاقے پر غیر مسلموں کے قبضے کو تسلیم کرنے اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ظلم سے بچانے والے جہاد کو ترک کرنے سے منع فرمایا ہے۔

جنرل باجوہ نے یقیناً اپنے وعدے کے مطابق تمام تر کوششیں کر کے اپنی مدتِ ملازمت میں توسیع کرنے والے محسنوں کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن اس عمل میں انہوں نے یقیناً اپنے اس وعدے اور قسم کی خلاف ورزی کی جو انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نام پر کیے تھے جب انہیں پاکستان ملٹری اکیڈمی میں افسر بنایا گیا تھا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے وفادار رہنے ، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنے اور اپنے ملک اور مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت کرنے کا وعدہ! ۔ایک طرف تو قمر جاوید باجوہ ہیں جنہوں نے اپنے اعمال کے ذریعے اس قسم کو توڑ ڈالا ہے، جبکہ دوسری طرف فوج کی اکثریت ہے جس میں جوان اور افسران شامل ہیں، کہ جن پر یہ واضح ہے کہ وہ اس فوج میں کیوں شامل ہوئے تھے۔ ان کیلئے جموں و کشمیر ان کی شہ رگ ہے، جموں و کشمیر میں رہنے والے لوگ ان ہی کے لوگ اور ان ہی کے دینی بھائی اور بہنیں ہیں۔ ان ہی کے فوجی بھائیوں نے 1948 سے لیکر آج تک کشمیر کیلئے لڑتے لڑتے شہادتیں دی ہیں۔ وہ واضح طور پر بھارت کو ایک دشمن کے طور پر دیکھتے ہیں جو ایک ظالم اور قابض طاقت ہے۔ انھوں نے اس ہندو ریاست

کے ساتھ کئی جنگیں اور جھڑپیں لڑیں ہیں۔ان کیلئے "ماضی کو دفن کرکے آگے بڑھو" کی سوچ ایسے ہی ہے جیسے اپنے ضمیر اور شناخت کو دفن کرکے اپنے ماضی کی تمام قربانیوں کو بھلا دینا!۔

ہو سکتا ہے کہ جنرل باجوہ کا کشمیر پر پلٹا کھانا، کشمیر کیلئے ہمارے فوجیوں کی بیش بہا قربانیوں کو نظرانداز کر دینا اور کشمیر پر بھارتی قبضے کو شرمناک طور پر تسلیم کرلینا، امریکہ کے علاقائی مفادات کو فائدہ پہنچادے۔اور ہو سکتا ہے کہ فوجی ادارے کے نظم اور کمانڈ کے سلسلے (chain of command) سے ناجائز فائدہ حاصل کرکے باجوہ ظاہری طور پر فوجی قیادت کی حمایت بھی حاصل کرلیں؛ لیکن یہ سب فوجی قیادت اور فوج کے افسران میں کشمیر کے مسئلے پر ایک گہری دراڑ ڈال کر فوج کے ادارے کو کمزور کردے گا۔پاک فوج میں موجود جوان یہ نہیں بھول سکتے کہ انھوں نے کشمیر کیلئے اپنے خون اور پسینے سے قربانیاں دیں ہیں۔وہ بھارتی سیکورٹی افواج کے مسلسل ظلم و ستم کے نتیجے میں کشمیری مسلمانوں کی تکالیف کو نظرانداز نہیں کر سکتے، نہ ہی انھیں بھلا سکتے ہیں۔وہ ان قیمتی سول و فوجی جانوں کو نہیں بھلا سکتے ،،جو لائن آف کنٹرول پر بھارتی فائرنگ کے نتیجے میں ضائع ہوئیں۔اگرچہ وہ فوجی نظم اور اطاعت کی وجہ سے عارضی طور پر تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن اپنے دلوں میں وہ اس انتہائی درد اور دکھ کو محسوس کرتے ہیں جس سے ان کے کشمیری بھائی اور بہنیں دوچار ہیں، جنھیں بھارتی سیکورٹی افواج کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ان کیلئے کشمیر سے اظہارِ یکجہتی کیلئے اہلِ اقتدار کی طرف سے خالی تقریریں کرنا اور ISPR کی جانب سے گانے شائع کر دینا جلتی پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہے۔انھوں نے ماضی میں کشمیر کی آزادی کیلئے کئی قربانیاں دیں ہیں اور آج بھی وہ بے صبری سے ایک قابل فوجی قیادت کے منتظر ہیں جو سرینگر تک مارچ میں ان کی قیادت کرے گی۔وہ اس دن کے خواب دیکھتے ہیں جب وہ کشمیر کو آزاد کرائیں گے اور لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ کے جھنڈے کو کشمیر کے طول و عرض پر بلند کر دیں گے۔

فوجی قیادت میں موجود مخلص افسران جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے روزِ قیامت جواب طلبی سے ڈرتے ہیں، انھیں یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ دراصل موجودہ قومی ریاستوں کی سوچ اور عالمی مالیاتی اور سیکورٹی اداروں کا شیطانی جال ہے، جو مغرب کی قیادت اور سربراہی میں انھیں محکوم کیے ہوئے ہے اور ان کی صلاحیتوں کو دبائے ہوئے ہے۔ویسٹ فیلی

اور مغرب پسند تصورات سے زہر آلود ہونے کی بجائے اب وقت آچکا ہے کہ اس دھوکے کو مسترد کیا جائے جسے جمہوریت کا نام دیا جاتا ہے اور اسلام کے سیاسی نظام، خلافت کو قبول کیا جائے۔ ریاستِ خلافت نے ماضی میں بھی مسلمانوں کو عالمی طاقت کے مرتبے پر بلند کیا تھااور ان شاءاللہ یہ ریاستِ خلافت ہی ہو گی جو دوبارہ ہمیں اسی مرتبے و مقام پر بلند کرے گی۔

فہرست

قرآن کریم، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دائمی معجزہ (اعجاز اور چیلنج)

الواعی میگزین شمارہ 231 سے ترجمہ

قرآنِ کریم اسلام کے پیغام کی سچائی کے ثبوت کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کے اعجاز (معجزہ) کو ختم کرنے کا مطلب اسلام کے قلعے کو مکمل مسمار کرنا ہے، وہ قلعہ جس نے اپنے ظہور کے وقت سے ہی مشرق اور مغرب کو چیلنج کیا ہوا ہے۔ اعجاز کے مختلف پہلوؤں کی تفصیل میں جائے بغیر، جن کا احاطہ قرآنی علوم میں تحقیق کرنے والوں نے کیا ہے، میں اعجاز کے سب سے سیدھے سادے، سب سے طاقتور اور لوگوں کے فہم کے سب سے قریب پہلو پر اختصار کروں گا، جو اس حوالے سے قرآن کے واضح اور براہِ راست خطاب سے میل کھاتا ہے۔ موضوع کا آغاز کرنے سے قبل ان تصورات کی اساس کو پیش کرنا لازمی ہے جو اس موضوع کی بنیاد ہیں۔

فطرت کے محسوس عناصر پر نظر ڈالی جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے اور ان کے محدود ہونے کا ادراک کرتی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ ان کا وجود اور ان کی تنظیم موتیوں کے کسی ہار میں پروئے گئے موتیوں کی طرح ہے جو ایک بڑی قوت کی محتاج ہیں، ایک ایسی قوت جو اشیاء کو عدم سے وجود میں لانے ،انتہائی دقیق انداز میں اشیاء کو کنڑول کرنے اور کائنات کو باریکی بینی سے منظم کرنے کی قدرت رکھتی ہو۔ وہ خود کسی بھی حال میں اس فطرت کا حصہ نہ ہو، پس جس نظام کے مطابق کائنات چل رہی ہے اس کے لیے ایسی حکمت اور قوانین کی ضرورت ہے جن میں غفلت ممکن نہیں اور نہ ہی اس کا انکار کیا جاسکتا ہے کہ یہ تمام ایک مدبر اور حکیم خالق کے محتاج ہیں۔

عقلی قدرت اور ارادے میں اختیار رکھنے کی بنیاد پر انسان کو سابقہ قاعدے سے مستثنیٰ کرنا ممکن نہیں کیونکہ وہ کائنات کے اٹل قوانین کے سامنے اپنے محدود اور عاجز ہونے کا اعتراف کرتا ہے، جب وہ ان قوانین کو سمجھنے کی کوشش اور جدوجہد کرتا ہے، چاہے وہ کچھ نیا ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ جب اس انسان کا یہ حال ہے جس نے اس دنیا کو آباد کیا اور خلاء کو تسخیر کرنے کی جدوجہد کر رہا ہے تو باقی مخلوقات جو انسان کی سمجھ کے مطابق اس سے کمتر ہیں، وہ اس سے بھی زیادہ عاجز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فطرت کے قوانین کو وضع کرنے والا اور اس کے فیصلے کرنے والا خالق لازمی طور پر کائنات

اور مخلوقات کے دائرے سے باہر ہے۔ فلسفیوں اور مفکرین نے اس لامحدود قدرت کے مالک اور انسان اور کائنات کو وجود میں لانے والے خالق کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ ذات ہے جس کا موجود ہونا لازم ہے، یعنی وہ واجب الوجود ہے، یعنی وہ ازلی خالق، تمام مخلوقات اپنی تخلیق کیلئے جس کی محتاج ہیں۔

جب انسان اپنے آس پاس دیکھتا ہے تو کئی چیزیں اس کو زندگی میں اپنے کردار کو سمجھنے پر اُبھارتی ہیں، وہ اس دنیا کی حقیقت کے بارے میں کئی سوالات کے جوابات چاہتا ہے، جہاں وہ اپنی مرضی سے نہیں آیا، نہ ہی اس کی بہت سی تفصیلات میں اس کا کوئی اختیار ہے، نہ ہی وہ یہاں اپنی زندگی کو ہمیشہ کیلئے جاری رکھنے کی قدرت رکھتا ہے۔ انسان ایسا فلسفہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو اس کو اس کے سوالات کا جواب دے، تاہم وہ راحت محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی کبھی اس کا دل مطمئن ہوتا ہے بلکہ ہمیشہ پریشان اور تشویش میں مبتلا رہتا ہے، جب تک وہ اختیار کیا ہوا فلسفہ ایک روشن فکر سے اس کے وجود اور اس دنیا سے جبری اور دائمی رخصتی کے اسباب کے بارے میں اس کو کوئی ایسا حل نہ دے جو اس کی عقل کو قائل کرے اور اس کی فطرت کے مطابق ہو۔

واجب الوجود اللہ تعالی کی طرف سے انسانوں میں سے منتخب (رسولوں) پر وحی اترتی ہے تاکہ انسان کو اس کی تخلیق کا مقصد بتایا جائے، اس کے لیے زندگی میں اس کے فطری کردار کا تعین کیا جائے، جس پر چلنے کے لیے اس کے لیے طریقہ کار مقرر کیا جائے، تاکہ انسان دوسری مخلوقات سے بلند درجہ ہو کر اس فضل اور شرف کو حاصل کرے جس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ یہاں اس رسالت کے مصدر کے ثبوت و توثیق کی ضرورت پڑتی ہے، یہ لازم ہے کہ اس رسالت کو لانے والا ایسی دلیل فراہم کرے جو یہ ثابت کرے کہ وہ جو کچھ لے کر آیا ہے وہ حق ہے اور یہ صرف ایک دعویٰ نہیں، ورنہ کوئی بھی نبوت کا دعوی کر بیٹھے گا اور لوگ حیران و پریشان ہو کر گمراہ ہو جائیں گے۔

دلیل (معجزہ) بھی اس رسالت کے شایان شان ہونا چاہیے جو اہل زمین کو خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے جوڑ دے اور وہ دلیل فطرت کے ان رائج قوانین توڑنے کی وجہ سے انسان کو بے بس کر دے جن پر اختیار صرف خالق کا ہے۔ یوں یہ دلیل ایسا چیلنج پیش کرے کہ انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی حیثیت اس کی مثال لانے سے عاجز ہوں، جو حق کے

حامل کی نبوت کی سچائی کی تصدیق ہو، اور یہ دلیل کفر اور ایمان کے درمیان جدائی کرنے والی ایک واضح اور قطعی دلیل ہو۔

جیسے آگ کے جلانے کا قانون زائل کر دیا گیا اور آگ ابراھیم علیہ السلام کو ایذا نہ دے سکی۔ موسی کلیم اللہ علیہ السلام کا عصا اژدھے میں تبدیل کر دیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اللہ کی مرضی فطرت کے قوانین میں مداخلت کر کے ان نبیوں پر اثر انداز ہوئی، تاکہ یہ شواہد ان کو دیکھنے والوں کے لیے معجزہ ہوں اور ہر دیکھنے والے اور خبر دار ہونے والے کے لیے ان کی نبوت کی سچائی کی توثیق کرے۔ مگر ان تمام معجزات کی حجت کسی خاص زمانے اور خاص اقوام کے لیے تھی۔ ہم ان کی سچائی کی توثیق اور ان پر ایمان اس لیے رکھتے ہیں کیونکہ ان کا ذکر اللہ کی کتاب میں ہے، جو کہ ایسا دائمی معجزہ ہے جس کی حجیت کسی خاص زمانے اور خاص قوم تک محدود نہیں۔

قرآن کریم نبی کریم محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ قرآن ان کی طرف سے ہے، اگر پھر بھی ایسا فرض کر بھی لیا جائے تو آپ ﷺ کے زمانے میں یا آپ ﷺ کے بعد کوئی اس سے بہتر کلام لانا تو درکنار، اس جیسا کلام بھی نہیں لا سکا، اور ایسا کبھی نہیں ہو سکا۔ اسی طرح کسی دوسرے شخص نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ قرآن اس کی طرف سے ہے، اگر کوئی ایسا دعویٰ کرتا تو اس پر بھی یہی حکم صادق آتا، یعنی اگر یہ قرآن ایک انسان کی طرف سے ہوتا تو کوئی اور بھی اس جیسا یا اس سے بہتر لے آتا، مگر ایسا کبھی نہیں ہوا، ایسا ہونے کے محال ہونے پر ہم تفصیل سے بات کریں گے تاکہ اس کی دلیل ثابت ہو جائے کہ قرآن اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ہے۔

قرآن اپنے قواعد اور معارف کے لحاظ سے خالص عربی زبان میں ہے جو لغت کے حروف "الف" سے "یا" تک پر مشتمل ہے۔ قرآن تیس الگ الگ اجزاء پر مشتمل ہے جس میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں، جن میں چھ ہزار دو سو چھتیس آیات ہیں، جس کی بیشتر آیات اس کی سب سے چھوٹی سورتوں سے بڑی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے ان مخالفین کو چیلنج کیا جو عربی زبان کے ماہر تھے اور جو شعر اور نثر پر اس طرح عبور رکھتے تھے کہ اس میں انتہائی اعلیٰ درجے کو پہنچ چکے تھے، بالکل اس طرح جیسے فرعون کے جادوگر جادو میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے یا عیسیٰ علیہ السلام کے دور کے لوگ طب میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو چیلنج کیا کہ قرآن جیسا

کوئی کلام لا کر دکھائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: **قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا "کہہ دیجئے کہ اس قرآن کا مثل لانے کے لیے انس و جن اکٹھے بھی ہو جائیں اس کی مثل نہیں لا سکتے چاہے وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں"** (الاسراء: 88)۔ اس چیلنج کو مزید نمایاں اور اس کی قوت کا اظہار کرنے کے لیے ان سے کم از کم چند سورتیں ہی لانے کا کہا گیا: **أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ "یا کیا یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے پاس سے یہ قرآن لے آئے ہیں، کہہ دیجئے کہ تو تم بھی اپنے پاس سے دس سورتیں ہی لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جس کو بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو"** (ھود: 13)۔ پھر ان سے مزید چھوٹے چیلنج کو قبول کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ایک ہی سورت لے آؤ؛ **أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ "یا کیا یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے پاس سے یہ قرآن لے آئے ہیں کہہ دو کہ تم بھی اس جیسی ایک سورت اپنے پاس سے لاؤ، اگر سچے ہو تو اللہ کے علاوہ جس کو چاہو پکارو"** (یونس: 38)۔ پھر اسی چیلنج کو دوہرایا؛ **وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ "ہم نے اپنے بندے پر جو کچھ نازل کیا ہے اس کے بارے میں اگر تمہیں کوئی شک ہے تو تم بھی اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے گواہوں کو بھی بلاؤ اگر تم سچے ہو"** (البقرۃ: 23)

قریش کے لیے اس چیلنج کو کسی حال میں بھی نظر انداز کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ قرآن، محمد ﷺ کی نبوت کا ثبوت اور اسلام کے پیغام کی سچائی ثابت کرنے کا بنیادی ستون ہے۔ یہ ان عقائد اور قوانین پر مشتمل ہے جو زندگی گزارنے کا ایک بالکل نیا طریقہ بتاتے ہیں جو زمانہ جاہلیت کے معاشرے کی بنیادی بناوٹ سے ہی متصادم ہے، جس پر قرآن نے کاری ضرب لگا کر اس قدر متاثر کیا کہ صورت حال کو نظریاتی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی لحاظ سے یکسر بدل کر رکھ دیا۔ مکہ کے سرداروں نے چیلنج کا جواب دینے کی لاحاصل کوشش کی اور ناکام رہے، جس کے نتیجے میں زبانی حجت بازی کو ترک کر کے اسلام کو روکنے کے لیے ایذا رسانی اور شدید مزاحمت کا راستہ اختیار کیا۔

انھوں نے اسلام کی دعوت کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی، قتل وغارت کا بازار گرم کیا، دعوت کا راستہ روکنے کے لیے تشدد، جلاوطنی اور محاصرے کی راہ اپنائی۔ دعوت تیرہ سال تک کلمہ حق بلند کرنے اور زبانی چیلنج تک محدود رہی جس میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی اسلحہ نہیں تھا، کوئی انقلاب اور تشدد نہیں تھا۔ یوں قرآن کے پروقار کلمات نے ان کو زیر کردیا حالانکہ یہ انہی حروف تہجی سے عبارت تھے اور اسی لغت میں سے تھے جس کو وہ سمجھتے تھے۔ وہ قرآن کی عظمت کے قائل تھے، اس کے مرتبے کے معترف تھے، اس کے حسن سے واقف تھے، یہاں تک کہ اس کے الفاظ و مرکبات کو کعبہ کے اندر لٹکاتے تھے۔ اسلامی دعوت مضبوط ہوتی رہی اور نئے حمایتی حاصل کرتی رہی، یہاں تک کہ مکہ کے جابروں کے غصے میں اضافہ ہوا اور انھوں نے اپنے ظلم میں اضافہ کردیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش کی اور آپ ﷺ کو (معاذاللہ) قتل کرنے کا منصوبہ تیار کرلیا۔ آپ ﷺ کے پیروکاروں پر تشدد میں اضافہ کیا حالانکہ صرف ایک سورت لے آنا ان کے لیے کافی تھا، اگر وہ یہ کرسکتے تو اسلام کو ہمیشہ کے لیے روک دیتے، مگر وہ یہ کہاں کرسکتے تھے: **تَنزِيلُ ٱلْكِتَـٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَكِيمِ "یہ اللہ غالب اور حکمت والے کی نازل کی ہوئی کتاب ہے"** (احقاف: 2)

انتہائی سادہ بات ہے کہ اسلام کی دعوت کو ختم کرنے کے لیے قرآن میں موجود سورتوں جیسی ایک ہی سورت لانی تھی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چیلنج قبول کرنے والے کے لیے سورہ بقرۃ جیسی سورت لانے کی ضرورت نہیں جس میں 6144 الفاظ ہیں بلکہ سورۃ کوثر جیسی سورت بھی کافی ہے جس میں تین آیات اور صرف دس الفاظ ہیں۔ جی ہاں! ایک ہی جملہ، ایک سطر سے بھی کم، اس دین کے دشمنوں میں موجود شعراء اور نثر نگاروں کی طرف سے اسلام کے صفحے کو ہمیشہ کے لیے الٹنے کے لیے کافی تھا اور آج بھی ہے۔

مگر ایک بنیادی وجہ سے ایسا نہیں ہوا اور نہ کبھی ہوگا اور وہ وجہ یہ ہے قرآن انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے، پھر اس کے نظم کے موتیوں کو منفرد اور بے مثال انداز سے پرو دیا گیا ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کے سخت ترین دشمن ولید بن مغیرہ کو بھی یہ کہنے پر مجبور کیا: "اللہ کی قسم ابھی ابھی میں نے محمد سے ایسا کلام سنا ہے جو

کسی انسان یا جن کا کلام نہیں، جس میں مٹھاس اور خوبصورتی ہے، جس کے اوپر کا حصہ پھل دار اور اندر سے میٹھا ہے، وہ اعلیٰ ترین ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکے گا"۔

ممکن ہے کوئی کہنے والا یہ اعتراض کرے کہ: اگر ہم یہ فرض کریں کہ قرآن واقعی معجزہ ہے تو اس کو سمجھ تو صرف عرب ہی سکتے ہیں کیونکہ وہی اس کی لغت اور اس کی مٹھاس کو محسوس کر سکتے ہیں، وہی اس کے ذریعے قرآن کے اعجاز کا ادراک کر سکتے ہیں، یہ تو غیر عرب پر لاگو نہیں ہوتا، تو پھر کیسے قرآن کو اسلام قبول کرنے کے لیے تمام انسانیت کے لیے حجت قرار دیا جائے؟!

اس قسم کا اعتراض کرنے والے یہ نہیں جانتے کہ قرآن پر ایمان اور اسلام قبول کرنے کے لیے عربی لغت کے علوم میں فضیلت و مہارت شرط نہیں۔ بیشتر مسلمان اس معیار پر پورا نہیں اترتے کیونکہ ان کی اکثریت عربی زبان نہیں جانتی۔ علاوہ ازیں عربی میں اس قدر مہارت حاصل کرنا کہ قرآن کی مٹھاس کو چکھ سکیں اور اس کے موتیوں سے لطف اندوز ہو سکیں، یہ موجودہ دور کے بیشتر عربوں میں بھی موجود نہیں۔ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرنے والے کو بس اس بات کا ادراک کرنا چاہیے کہ قرآن کا یہ اعجاز اس بات پر قائم ہے اور اس کا چیلنج اس بات پر موجود ہے کہ دنیا کا کوئی بھی انسان قرآن کی سورتوں جیسی ایک بھی سورت نہیں لا سکتا۔ مختصر یہ کہ قرآن پوری انسانیت کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ قرآن کی چھوٹی سی چھوٹی سورت جو کہ دس کلمات پر مشتمل ہے، اس کی مثل لائیں جو کہ ایک سطر سے زیادہ نہیں، تاکہ قرآن کے معجزے کو ختم کر کے اسلام کے پیغام کو باطل کیا جا سکے۔ اب تک کوئی انسان یہ نہیں کر سکا جبکہ عربی سیکھنا کوئی مشکل نہیں، عربی زبان کو اور اس کے قواعد کو سینکڑوں کروڑوں انسان بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن انسان کے خالق، اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے ہے۔

جس بات کے ادراک کی ضرورت ہے اور مسلمان، چاہے عرب ہوں یا عجم، یہ بات جانتے ہیں کہ تمام اقوام اجتماعی اور انفرادی طور پر افراد اور جماعتوں کی شکل میں قرآن کریم کی ایک سورت کی مثل بھی لانے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ مسلمانوں کو اس بات کا ادراک ہونا کہ غیر مسلموں میں عربی زبان کی تمام تک قابلیت اور اس چیلنج کو قبول کرنے کے تمام ذرائع موجود ہونے کے باوجود کسی بھی زمانے میں قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کا مثل بھی نہ لا سکنے کی وجہ

سے، قرآن کریم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے، نہ کہ اس وجہ سے کہ مسلمان عربی لغت میں مہارت رکھتے ہیں۔

بعض اعتراض کرنے والے اس سوال کو دوسرے انداز سے دہراتے ہیں، کہ غیر عرب جو غیر مسلم ہیں اور عربی نہیں سمجھتے، وہ قرآن کے اعجاز کو کو معلوم کرنے کے لیے اس کی چھان بین نہیں کر سکتے، پھر ان سے قرآن کی حجیت اور اعجاز کو سمجھنے کا مطالبہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟!

ہم پھر وہی کہیں گے کہ ضرورت اس بات کو سمجھنے کی ہے کہ پوری انسانیت قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی سورت، چاہے دس الفاظ پر مشتمل جملہ ہو، اس کی مثل لانے میں بھی ناکام ہو چکی کیونکہ یہ چیلنج پوری انسانیت کے لیے ہے اور کسی نے کبھی یہ چیلنج پورا نہیں کیا۔ لہٰذا قرآن کی یہ حتمی دلیل ان تمام کیلئے حجت ہے جو اس معجزے کو قرآن کے اس دعوے کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں۔

مزید الجھن کو رفع کرنے کے لیے ہم یہ کہیں گے کہ یہ بات درست ہے کہ سورت کی مثل کو عربی زبان میں ہی لایا جا سکتا ہے، اس لیے چیلنج کو قبول کرنے اور کوشش کرنے کے لیے عربی زبان میں مہارت ضروری ہے۔ مگر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ عربی زبان میں انتہائی مہارت رکھتے تھے، ان کی مادری زبان ہی عربی تھی اور وہ اس کے بے تاج بادشاہ تھے، اور آج بھی جو ایسے لوگ موجود ہیں جن کو عربی پر عبور ہے اور وہ اسلام کو ناکام بنانے کی سر توڑ کوشش بھی کر رہے ہیں، وہ تمام بھی اس میں ناکام ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے معجزے کی تصدیق اور اس پر یقین قطعی ہے۔

علاوہ ازیں، اس چیلنج کا دروازہ بدستور کھلا ہے۔ اسلام کا معاملہ دنیا میں بڑھتا جا رہا ہے اور اس کو ناکام بنانے کی کوشش بڑی ریاستوں اور بڑی اقوام کا مشن ہے۔ جس کے لیے بھی اس چیلنج کا جواب دینا اہم ہے اس کے لیے عربی سیکھنا بھی اہم ہے۔ تو پھر یہ کیوں ممکن نہیں ہو پا رہا، جبکہ دیگر زبانیں سیکھنا تو پرانے زمانے سے ہی معمول رہا ہے بلکہ بعض لوگ تو بیک وقت کئی کئی زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں۔ درست تو یہ ہے کہ جو لوگ ایک سے زیادہ زبانوں میں

ماہر ہوتے ہیں وہ قرآن کے اعجاز کے زیادہ قائل ہوتے ہیں، کیونکہ وہ دوسروں کی نسبت ایک سطر میں ایک ہی جملے کو صرف چند کلمات سے مختلف پیرائے میں ادا کیے جانے کو بہتر انداز میں جانتے ہیں۔

ہمارا موضوع یہ ہے کہ اسلام دشمنوں کیلئے لغت میں مہارت قرآن کے معجزے کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے لیکن اس کے باوجود اسلام کو ختم کرنے کے لیے پے در پے مہم ہمیشہ جاری رہی مگر یہ ان کی بدبختی اور ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ یہ صلیبی جنگوں کے دوران صدیوں تک جاری رہی، تہذیبوں کے خونخوار تصادم کے دوران جاری رہی اور "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے نام سے اسلام کے خلاف جنگ کے دوران بھی یہ کوشش کوئی نئی نہیں، اسلام نے صدیوں سے اس قسم کے تصادم کا مقابلہ کیا ہے اور یہ جاری رہے گا۔ بڑی ریاستوں اور سلطنتوں نے ہمیشہ اس مہم کو جاری رکھا، کیونکہ اسلام کی طرف سے یہ خطرہ اور چیلنج نئے نہیں اور ان سے غفلت ممکن نہیں، اسلام نے ہمیشہ مشرق اور مغرب کے سیاسی ناخداؤں کی نیندیں حرام کیے رکھیں ہیں۔

اسلام کے دشمنوں نے امت مسلمہ کے خلاف اپنی جدوجہد میں دین کو پس پشت ڈالنے کے لیے بھرپور کوشش کی، خاص کر ہم نے حالیہ برسوں میں مغرب کی جانب سے اس کا مشاہدہ کیا۔ جب مستشرقین کی سرگرمیاں بہت تیز ہوگئیں اور وہ مختلف طریقوں سے اسلام پر حملہ آور ہوئے، اسلام کے احکامات کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کرنے اور غلط فہمیاں پھیلانے کی کوششیں کیں۔ یہ گمان درست نہیں کہ انھوں نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ قرآن کی جانب سے دس کلمات پر مشتمل ایک ہی آیت کے مثل لانے کے چیلنج کا جواب دینا ہی ان کے لیے اسلام کو بنیاد سے ختم کرنے کیلئے کافی ہے۔

اس کے علاوہ مغرب کے پاس ان کے تدریسی مراکز میں اسلام اور عربی میں خاص مہارت رکھنے والے ایسے محققین اور ماہرین موجود ہیں جن کو اس معاملے کی باریک ترین تفصیلات کا بھی علم ہے، یہ سب کو معلوم ہے کہ اس میں ان کو دسترس حاصل ہے اور ان کی ہزاروں تحقیقات موجود ہیں۔ اگر کوئی لندن، ماسکو، واشنگٹن اور پیرس کے خصوصی اداروں کا دورہ کرے گا تو وہ یہ جان لے گا کہ ایسے غیر مسلم محققین اور علماء موجود ہیں جن کو عربی پر مکمل عبور ہے، بعض دفعہ تو ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ تو امام شافعی اور ابو اسود الدولی کے ہم عصر ہیں۔ تاہم یہ ماہرین قرآن کے اعجاز کو غلط

ثابت کرنے میں ناکام رہے ، حالانکہ ان کے پاس تمام ضروری وسائل دستیاب ہیں،ایسا کرنے کی شدید غرض بھی موجود ہےاوران کو ایسا کرنے سے روکنے والی کوئی چیز بھی موجود نہیں۔اس تمام سے قرآن کریم کے عظیم مقام کا ثبوت ملتاہے جواس کے اعجازاوراسلام کے پیغام کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

قرآن کے اعجاز کی قوت اور طاقت میں مزید اضافہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس کے دشمن کے پاس لغت سے متعلق ہر قسم کے وسائل اور تمام مطلوبہ ضروریات دستیاب ہونے کے باوجود قرآن کے چیلنج کادروازہ بدستور کھلا ہےاور قیامت تک کھلارہے گا،اس کے بند ہونے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔یوں یہ قرآنی چیلنج پوری انسانیت کے سامنے ہے کہ وہ اسلام کو غلط ثابت کریں جو کہ ایک محال امر ہے کیونکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالی کا کلام ہے جو قیامت کے دن تک محفوظ ہے۔یوں قرآن ایک مستقل اور دائمی معجزہ ہے جو اسلام کے پیغام اور محمد ﷺ جو کہ اس پیغام کے علمبردار اور اللہ کی طرف سے اس کو پہنچانے والے ہیں،ان پر ایمان لانے کو لازم کرتا ہے۔

فہرست

اسلام، مسلمان اور سائنس

عدیل فائق-پاکستان

مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر کی جانے والی تنقیدوں میں سے ایک تنقید یہ ہے کہ آج سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں مسلمانوں کا کوئی قابل قدر حصہ نہیں ہے۔اس کے مقابلے میں مغرب سائنسی میدان میں نمایاں ترقی حاصل کر چکا ہے اور مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ تجربہ جو مغرب کو سائنس کے اس سفر میں حاصل ہوا، اس کی بنا پر مغرب یہ سمجھتا ہے کہ سائنس میں مسلمانوں کی ناکامی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلمان اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ عوامی زندگی میں مذہب کا کردار ہونا چاہیئے۔ پس اگر مسلمانوں کو سائنس میں ترقّی کرنی ہے تو ان کو ضرور مذہب کو اپنی نجی زندگی تک محدود کرنا ہوگا، جیسا کہ مغرب نے کیا تھا۔

مغرب کی تنقید جائز ہے مگر اس کی توجیہ ٹھیک نہیں۔ مثال کے طور پر آج تک صرف دو مسلمان سائنسدانوں کو نوبل انعام سے نوازا گیا ہے۔ مالیکیولر بیالوجی کے میدان میں عزیز سنکار کو 2015 میں کیمسٹری میں نوبل انعام سے نوازا گیا۔ 1999 کا کیمسٹری کا نوبل انعام احمد ذویل کو انکی مطالعاتی تحقیقات کے بدلے میں دیا گیا جو انہوں نے سیکنڈ کے کھربویں حصے والی طیف بینی (femtosecond spectroscopy) کو استعمال کرتے ہوئے کیمیائی عمل کی ارتقائی حالت کے مطالعے پر کیں۔ اس کی ایک اور تازہ مثال یہ ہے کہ پچاس سے زائد مسلمان ریاستوں میں سے کوئی ایک ریاست بھی اپنے بل بوتے پر کسی بھی قسم کی کورونا کی ویکسین نہ بنا سکی حالانکہ مسلمان سائنسدان اس دوران اعانت ضرور کرتے رہے۔

تاہم مغرب جو حل پیش کرتا ہے، جس کو مسلمان دنیا میں سے بھی کچھ لوگ درست سمجھتے ہیں، اس کو مزید تفصیل سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ سیکولر نظریہ فکر جو آج مغرب میں رائج ہے، پہلی مرتبہ یورپ میں سولہویں صدی کے اواخر اور سترہویں صدی کے اوائل میں غالب ہوا۔ اس دَور سے پہلے، یورپی شہنشاہ اور حکومتیں اپنی حکمرانی جمانے اور لوگوں کا استحصال کرنے کے لیے چرچ کو استعمال کرتی تھیں۔ نتیجتاً لوگوں میں چرچ کے خلاف غم و غصہ پیدا ہونا

شروع ہوا اور انہوں نے عمومی معاملات میں چرچ کی مداخلت کے خلاف آواز بلند کرنا شروع کر دی۔ اور آخر اس کا اختتام مغرب میں سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کو اختیار کرنے پر ہوا جو کہ چرچ یعنی مذہب کی ریاست سے علیحدگی کی اساس پر قائم ہے۔

جب لوگوں کا ایک گروہ کوئی مخصوص آئیڈیالوجی اپناتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرنے اور اسے دنیا میں پھیلانے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر مغرب نے اپنی آئیڈیالوجی کو دنیا میں پھیلانے کے لیے استعماریت، نو استعماریت Neo-colonialism اور دوسری ریاستوں میں مداخلت (Liberal interventionism) کا طریقہ استعمال کیا۔ اسی طرح جب روس نے کمیونزم کی آئیڈیالوجی کو اختیار کیا اور سوویت یونین بنا تو اس نے بھی براہِ راست حملوں اور معاشی امداد کے پروگراموں کے ذریعے اپنی آئیڈیالوجی کو پھیلانے کی کوشش کی۔

ایک ریاست اپنی آئیڈیالوجی کی حفاظت اور پھیلاؤ کے لیے جو ذرائع استعمال کرتی ہے، ان میں سے ایک اہم ذریعہ ٹیکنالوجی ہے۔ ٹیکنالوجی، اپنے دوسرے ثمرات کے ساتھ ساتھ، ایک ریاست کے لیے اس بات کو بھی ممکن بناتی ہے کہ وہ اپنی سرحدوں کی حفاظت اور اپنی آئیڈیالوجی کی ترویج کے لیے ایک مضبوط فوج کو تشکیل دے سکے۔ مثال کے طور پر، ایٹم بم نے متحدہ امریکا اور اس کے حواریوں کو دوسری جنگِ عظیم جیتنے میں مدد کی۔ تاہم ایٹم بم، فزکس میں نمایاں پیشرفت کے بغیر بالکل ممکن نہ تھا۔ اسی لیے نت نئی اور بہترین فوجی ایجادات کے لیے ایک ریاست کو اعلیٰ پائے کے حامل سائنسدان پیدا کرنا ضروری ہے، اور اس کے لیے ناگزیر ہے کہ ایک جامع اور موثر تعلیمی پالیسی مرتب اور رائج ہو جو سیکھنے کے لیے بہترین سطح کے سکولوں اور یونیورسٹیوں کو جنم دے۔

پس آئیڈیالوجیکل ریاستیں اپنے فطری پھیلاؤ کے رجحان کی وجہ سے سائنس و ٹیکنالوجی میں خطیر سرمایہ کاری کرتی ہیں جن کا بنیادی مقصد فوج کو ہی مضبوط کرنا ہوتا ہے۔ ٹیکنالوجی فوجی استعمال کے لیے ہی مرتب ہوتی ہے اور پھر ان کا کوئی اور مصرف بھی ڈھونڈ لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ نے اُبھرتی ہوئی ٹیکنالوجیوں کو فوجی مقاصد میں استعمال کرنے کے لیے ڈیفنس ایڈوانس ریسرچ پراجیکٹ ایجنسی (DARPA) کو شروع کیا۔ تاہم

(DARPA) کے سپورٹ کردہ منصوبوں کے کئی غیر فوجی استعمال سامنے آئے، جیساکہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دنیا میں انٹرنیٹ کااستعمال اورGraphical User Interfaceوغیرہ۔

اسی طرح، سیٹلائٹ شروع میں دشمن کی معلومات اور حرکات وسکنات پر نظر رکھنے کے لیے ہی تھے تاہم اب ان سیٹلائٹ کے اور بھی بہت سے مصارف ہیں جیساکہ مواصلات، ابلاغ ونشریات، سمندری سفر میں مدد وغیرہ۔

لیکن شاید اس کی بہترین مثال انسان کا چاند پر قدم رکھنا ہے جو ٹیکنالوجی کے میدان میں گزشتہ صدی کی سب سے چونکا دینے والی کامیابی قرار دی جاتی ہے۔اپالو-11 کے نام سے جانا جانے والا مشن، امریکہ اور سوویت یونین کے مابین خلائی دَوڑ کا ہی نتیجہ تھا۔دونوں میں سے ہر ریاست کو یہ امید تھی کہ اگر وہ یہ دَوڑ جیت گئی تو اس کی آئیڈیالوجی کی برتری ثابت ہو جائے گی۔

پس جب بھی کوئی ریاست ایک مخصوص نظریہ اپناتی ہے تو اس کا فطری نتیجہ سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقّی کی شکل میں نکلتا ہے۔اسلام اور مسلمانوں کے تناظر میں بھی یہ بات سچ ہے۔ خلافت نے جب اسلام کو ایک نظریے کے طور پر رائج کیا، مسلمانوں نے سائنس و ٹیکنالوجی میں شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ مثال کے طور پر مسلمانوں نے ہی اُڑنے والی مشین، آئینہ، میکانیکل گھڑیال اور چھاپہ خانے جیسی ایجادات متعارف کرائیں۔ مسلمانوں نے علومِ ریاضی میں بھی شاندار کامیابیاں حاصل کیں بشمول الجبرا، اعشاریہ، منفی اعداد، علمِ مثلثات، حساب وشمار وغیرہ۔انہوں نے ہی سائنس کے مزید مختلف میدانوں کی بنیاد رکھی جیسے جدید طب اور بصریات (Optics)۔مزید برآں، مسلمانوں نے فلکیات میں بنیادی کامیابیاں حاصل کیں، ان میں سے ایک نظامِ شمسی کا ماڈل مرتب کرنا تھا جس سے ہی متأثر ہو کر کوپرنیکس نےHeliocentric modelبنایا۔

امرِ واقع یہ ہے مسلمانوں نے سائنس و ٹیکنالوجی میں اپنی پیش رفت، اٹھارویں صدی کے اواخر تک جاری رکھی۔ مثلاً ہند میں ٹیپو سلطان نے میزائل ٹیکنالوجی میں زبردست ترقی کی۔ میسوری جنگوں میں ان کی مؤثر تباہ کاریوں کی خبروں سے، وُول وِچ Woolwich میں رائل آرٹلری کا کرنل کمانڈنٹ، لیفٹیننٹ جنرل تھامس دیساگلیر Thomas Desaguliers بہت متأثر ہوا۔اس نے اپنا راکٹ ہتھیار بنانے کے لیے بہت سے ناکام تجربے کیے۔

لڑائی میں ٹیپو سلطان کے شہید ہو جانے کے بعد، برطانیہ اس کے بہت سے راکٹ واپس برطانیہ لے گیا جہاں ولیم کونگریو William Congreve نے نام نہاد کونگریو راکٹ Congreve Rocket بنانے کے لیے اُنہی کے ڈیزائن استعمال کیے۔ پھر یہ راکٹ جنگِ عظیم اول میں استعمال ہوئے۔ بعد ازاں، یہی ٹیکنالوجی امریکہ نے اپنی راکٹ ٹیکنالوجی میں بھی استعمال کی جو آخر کار ناسا کے اپالو-11 مشن پر منتج ہوئی۔ ناسا کے Wallops Flight Facility کے استقبالی برآمدے میں ایک تصویر آویزاں ہے جس میں ٹیپو سلطان کی فوج کو برطانوی فوج پر میسوری راکٹ داغتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

اوپر بیان کیے گئے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی صرف مغرب کے ساتھ خاص نہیں، نہ ہی یہ مغرب کی لبرل سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ ہر وہ ریاست جو کسی آئیڈیالوجی کو ہمہ گیر انداز میں اپناتی ہے، سائنس و ٹیکنالوجی میں نمایاں ترقی کرتی ہے۔ آج مسلمانوں کی صورتِ حال یہ ہے کہ وہ گذشتہ ایک سو ہجری سال سے اپنی آئیڈیالوجی کے نفاذ کے بغیر زندگی گزار رہے ہیں، جب 1924ء عیسوی بمطابق 1342 ہجری میں خلافت کا انہدام ہو گیا۔ چنانچہ سائنس و ٹیکنالوجی کی حالیہ کامیابیوں میں مسلمانوں کا پیچھے رہ جانا ان کے مغربی آئیڈیالوجی کو نہ اپنانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کسی بھی آئیڈیالوجی کو مکمل طور پر نہیں اپنایا ہے۔

مغرب اور مسلم دنیا میں سے بھی کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلامی آئیڈیالوجی چھوڑ کر سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی اختیار کر لینی چاہیے۔ وہ مزید یہ توجیہ دیتے ہیں کہ ایسا کرنے سے مسلمان دنیا میں سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی ہو گی۔ تاہم سرمایہ دارانہ نظام اپنانے کا مطلب سیکولرازم کو اپنانا اور اسلامی عقیدے کو چھوڑ دینا ہے۔ مزید یہ کہ ہم جانتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہی باطل ہے۔ اسی لیے اس سے حاصل کردہ کوئی بھی ترقی ناپائیدار اور منفی اثرات کی حامل ہو گی، کیونکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

(وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً)

"اور کہہ دیجئے کہ سچ آگیا اور جھوٹ مٹ گیا، بے شک جھوٹ مٹنے والا ہی ہے" (17:81)

اسی لیے ہمیں ضرور بالضرور اسلامی آئیڈیالوجی کے احیاء کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے، تب ہی ہم اس قابل ہوں گے کہ سائنس وٹیکنالوجی میں دوبارہ ویسے ہی دنیا سے سبقت لے سکیں جیسا کہ پہلے خلافت نے صدیوں تک کیا۔ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کی واپسی مسلم دنیا کے قابل اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی مغرب سے مسلم دنیا میں واپسی کو تحریک دے گی۔ پھر مغرب میں موجود ہمارے قابل ترین بیٹے اور بیٹیاں اپنے تجربے کے ساتھ واپس آئیں گے اور مسلم علاقوں میں ٹیکنالوجی کے انقلاب میں حصہ ڈالیں گے اور ریاست ان کی پشت پناہی کرے گی، ایک ایسی ریاست کہ جس کا اولین مقصد اسلام کی ہدایت کی بنیاد پر دنیا کی قیادت کرنا ہوگا۔

فہرست

پاکستان کے حکمران بے رحمی سے غریب اور قرض داروں پر ٹیکس کا بوجھ لاد رہے ہیں تاکہ سود خوروں کی جیبوں کو بھر سکیں

حزب التحریر، ولایہ پاکستان

11 جون 2021ء کو بجٹ تقریر میں پاکستان کے حکمرانوں نے کچھ مخصوص شعبوں پر ٹیکس میں کمی اور حکومتی ملازمین کی تنخواہوں میں اضافے پر بہت شادیانے بجائے۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد حکمرانوں کے حواریوں نے اس سے بھی زیادہ شادیانے بجاتے ہوئے، ہر میسر پلیٹ فارم پر اس بجٹ کی تعریفوں کے پل باندھ دیے۔ لیکن اسی بجٹ میں پاکستان کے حکمرانوں نے مجموعی طور پر ٹیکس محصولات کو تقریباً 6 ہزار ارب روپے تک بڑھا کر ٹیکس ہدف کا ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا بجٹ ہے جس میں ایک جیب میں کچھ اس لیے ڈالا جا رہا ہے تاکہ دوسری جیب سے اس سے کہیں زیادہ نکال لیا جائے۔ پاکستان کے حکمرانوں کو اسلام کے حکم کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ ہر ایک سے ٹیکس وصول کرنا چاہتے ہیں جبکہ اسلام میں غریبوں اور قرضداروں پر کوئی ٹیکس نہیں ہے بلکہ اسلام انہیں زکوٰۃ میں سے مال ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، جو اُن کا حق ہے۔ اس سے بھی بدتر بات یہ ہے کہ 6 ہزار ارب روپے کی ٹیکس رقم میں سے 3 ہزار ارب روپے سودی ادائیگیوں پر خرچ کیے جائیں گے جبکہ سود اسلام میں ایک بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کا اعلان کرنے کے مترادف ہے۔ تو پھر آخر کس بات پر خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں؟!

بجائے یہ کہ اسلام کے حکم کے مطابق 3 ہزار ارب روپے سود کی ادائیگی سے انکار کیا جاتا، پاکستان کے حکمران بجٹ خسارے کو پورا کرنے کے لیے مزید 3500 ارب روپے کے سودی قرضے حاصل کریں گے۔ لہٰذا موجودہ حکومت پاکستان کو سودی قرضوں کی دلدل میں مزید دھکیل رہی ہے، جیسا کہ ماضی کی تمام حکومتیں بھی کرتی رہی ہیں۔ 1971ء میں پاکستان پر 30 ارب روپے کا قرض تھا جو 1991ء تک بڑھ کر 825 ارب روپے ہو گیا۔ جبکہ 2011ء تک قرضوں کا یہ بوجھ 10 ہزار ارب روپے ہو گیا، جو صرف دس سال کے عرصے میں، تین گنا بڑھ کر، اب تقریباً 40 ہزار ارب روپے کی حد کو چھو رہا ہے!! تو پھر آخر کس بات پر خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں؟!

مزید بری بات یہ ہے کہ پاکستان کے حکمران خوشی خوشی یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ عوام کی مشکلات کے دن بس اب ختم ہی ہونے والے ہیں اور خوشحالی ان کے گھروں پر دستک دینے والی ہے۔ جبکہ ہو یہ رہا ہے کہ پاکستان کے حکمران آئی ایم ایف کے ساتھ مل کر اس بات کو یقینی بنا رہے ہیں کہ پاکستان کی مشکلات میں گھری ہوئی معیشت سے پیسہ کھینچ کھینچ کر سود خوروں کی جیبوں میں ڈالا جائے۔ چنانچہ 09-2008 کے مالی سال میں ایک ہزار ارب روپے ٹیکس وصول کیا گیا اور پھر مالی سال 14-2013 تک اسے دُگنا کرتے ہوئے 2 ہزار ارب روپے سے زیادہ کردیا گیا۔ پھر 19-2018 کے مالی سال تک ٹیکس کو مزید دگنا کرتے ہوئے 4 ہزار ارب روپے کردیا گیا اور اب پاکستان کے حکمران 22-2021 کے مالی سال میں تقریباً 6 ہزار ارب روپے ٹیکس وصول کرنے کا ہدف رکھ رہے ہیں۔ ان حکمرانوں کا اگلا ہدف آئی ایم ایف کے حکم کے مطابق ٹیکس وصولی کو 25-2024 کے مالی سال تک 10 ہزار ارب روپے تک لے کر جانا ہے۔ اگر ٹیکسوں میں یہ اضافہ اس لیے کیا جارہا ہوتا، کہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کرنی ہے، یا مسجد الاقصیٰ اور مقبوضہ کشمیر کو آزاد کرانا ہے، تو پاکستان کے مسلمان اپنے گھروں کو خالی کردیتے اور اپنے پیٹ سے پتھر باندھ لیتے۔ لیکن ہمارے غریبوں اور قرضداروں کا پیچھا اس لیے کیا جارہا ہے کہ اُن سے حاصل ہونے والی رقم کو سود جیسے سنگین گناہ پر خرچ کیا جائے۔ پاکستان کے کونے کونے سے اس جرمِ عظیم کی مذمت کی جانی چاہیئے اور اسے مسترد کیا جانا چاہیے! یہ ہے حقیقتِ حال، تو پھر آخر کس بات پر خوشی کے شادیانے بجائے جارہے ہیں؟!

اس سے بھی بدتر یہ کہ سودی قرض کا بدترین بحران اِن حکمرانوں نے خود ہی پیدا کیا، اور پھر یہ کہنا شروع کیا کہ آئی ایم ایف کی تباہ کن شرائط کے ہاتھوں ہم مجبور ہیں، یوں انہوں نے آئی ایم ایف کی غلامی کا طوق خود اپنے گلے میں ڈال لیا۔ آئی ایم ایف کی شرط کو پورا کرنے کے لیے ان حکمرانوں نے روپے کی قدر میں کمی کی تاکہ ہماری برآمدات مغربی ریاستوں کے خریداروں کے لیے سستی ہوجائیں جس کے نتیجے میں ہمارے لیے مغربی ممالک سے آنے والی درآمدات مہنگی ہوگئیں اور ساتھ ہی ساتھ پاکستان میں ہر شے کی قیمت میں اضافہ ہوگیا جس میں حاصل کردہ سودی قرضے بھی شامل ہیں۔ چنانچہ جنوری 2001ء میں 59 روپے کے عوض ایک ڈالر خریدا جاتا تھا لیکن اب جون 2021 میں روپیہ اس قدر کمزور ہوچکا ہے کہ 154 روپے کے عوض ایک امریکی ڈالر حاصل ہوتا ہے۔ آئی ایم ایف نے اُن اثاثوں کی نجکاری کی شرط بھی عائد کی جن کے ذریعے ریاست کے خزانے کو بڑے پیمانے پر محصولات حاصل ہوسکتے ہیں تاکہ سودی قرضوں پر ریاست کا انحصار جاری بھی رہے اور

بڑھتا بھی رہے۔ لہٰذا ریاست کے خزانے کو توانائی، معدنیات اور بڑی اور بھاری صنعتوں کے ذریعے حاصل ہونے والے محصولات سے محروم کر دیا گیا، اور اب اِن خزانوں سے مقامی اور بین الاقوامی نجی مالکان بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اور جب ہمیں اچھی طرح سے برباد کر دیا گیا، تو حکمران اب یہ التجا کرتے ہیں کہ ہم بہت غریب ہیں اور اسلام اور اس کی حرمات کے خلاف مغربی استعماری طاقتوں کے حملوں کا جواب نہیں دے سکتے!!

اے مسلمانو!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى**﴾ **"اور جو میری نصیحت (قرآن) سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے"** (طہ، 20:124)۔ اللہ کی نافرمانی پر مبنی موجودہ معاشی نظام کے ہوتے ہوئے ہماری مشکلات اور بدحالی کا کبھی خاتمہ نہیں ہوگا۔ اے مسلمانو، نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے ذریعے ہمیں اِس ظالمانہ نظام سے جان چھڑانا ہوگی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئاً**﴾ **"جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ریگستان میں سراب کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچے تو اسے کچھ بھی نہ ملے"** (النور، 24:39)۔ موجودہ حکمران کفار کے جھوٹے اور سراب پر مبنی احکامات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان حکمرانوں کے زیرِ سایہ ہم بھوک، بدحالی اور غربت میں ہی مبتلا رہیں گے، لیکن ہمیں جھوٹے خواب دکھائے جاتے رہیں گے اور ہم سے جھوٹے وعدے کیے جاتے رہیں گے کہ ہماری مشکلات، بدحالی اور غربت کے دن بس اب ختم ہونے والے ہیں۔ اے مسلمانو، ہمیں ان بے شرم اور گناہگار حکمرانوں سے نجات حاصل کرنی ہے، اور یہ ہم اسی صورت کر سکتے ہیں کہ ہم افواج میں موجود اپنے والد، بھائیوں اور بیٹوں سے مطالبہ کریں کہ وہ فوری طور پر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نُصرۃ فراہم کریں۔

یہ صرف خلافت ہی ہے جو ہمارے غریبوں اور مقروضوں سے بے رحمی سے مال چھین کر اسے سود کی ادائیگیوں پر خرچ کرنے کے بدترین گناہ کا خاتمہ کرے گی۔ یہ صرف خلافت ہی ہے جو قرض کی اصل رقم کی ادائیگی کے لیے بدعنوان حکام اور کرپٹ حکمرانوں کے اثاثوں کو ضبط کرے گی، کیونکہ اسلام بدعنوانی سے دولت (مالِ غلول) حاصل کرنے کی ممانعت کرتا ہے۔ لٰہذا خلافت بالآخر اس رِستے ہوئے ناسور کو ختم کرے گی جو مسلسل بڑھ رہا ہے، تاکہ ہم پوری توجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں آگے بڑھ سکیں۔

جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ اسلام نے جو فرائض عائد کیے ہیں، جیسا کہ دشمن سے جہاد کرنے کے لیے افواج کو تیار کرنا یا غریبوں کو غربت سے اور قرضدار کو قرض سے نجات دلانا، ان کے لیے درکار وسائل کو بڑی مقدار میں کیسے جمع کیا جائے گا، تو خلافت یہ کام غریبوں اور قرضداروں پر بوجھ ڈالے بغیر کرے گی۔ خلافت مالی لحاظ سے مستحکم لوگوں سے بڑی تعداد میں محصول جمع کرے گی، جیسا کہ وہ زرعی زمین کے مالکان سے خراج اور تجارتی مال کے مالکان سے زکوٰۃ جمع کرے گی۔ خلافت توانائی اور معدنی وسائل کی نجکاری نہیں کرے گی کیونکہ اسلام میں انہیں عوامی ملکیت قرار دیا گیا ہے، جن سے حاصل ہونے والا بھاری منافع پرائیویٹ کمپنیوں کے خزانے نہیں بھرے گا بلکہ اب ریاست اسے لوگوں کی ضروریات پر خرچ کرے گی۔ خلافت بھاری صنعتوں کو ریاستی سطح پر قائم کرکے انہیں موئثر انداز سے چلائے گی تاکہ اعلیٰ قدر والی اشیاء high value products کی پیداوار حاصل کی جائے جیسے صنعتی مشینری، گاڑیاں، کمپیوٹر اور ٹیلی مواصلات کی اشیاء وغیرہ، اور ان کی فروخت سے زبردست آمدنی حاصل کرے گی۔ اگر اس کے بعد بھی محاصل کم پڑ جائیں تو خلافت معاشرے کے امیر افراد سے ہنگامی ٹیکس وصول کرے گی۔

اور خلافت روپے کی قدر میں مسلسل کمی اور ڈالر کی بالادستی کا خاتمہ کرے گی، جس نے ہمیں مہنگائی کے سیلاب میں ڈبو دیا ہے۔ خلافت سونے اور چاندی کو کرنسی قرار دے گی اور اس کی بنیاد پر کرنسی جاری کرے گی، جس کے نتیجے میں اشیاء کی قیمتوں میں استحکام آئے گا جیسا کہ اس سے پہلے صدیوں تک خلافت کے سائے تلے قیمتوں میں استحکام موجود رہا۔

تو اے مسلمانو، کیا اب بھی ہم پر یہ واضح نہیں ہوا کہ نبوت کے نقش قدم پر خلافت کے قیام کے علاوہ کوئی اور عمل ہماری دہائیوں پر پھیلی معاشی اذیت کو ختم نہیں کر سکتا؟! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ

اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ "بھلا جس (اللہ) نے پیدا کیا وہی نہ جانے؟! وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے"(الملک،67:14)۔

#KhilafahEndsSlaveryToIMF

3ذی القعدۃ1442ہجری	حزب التحریر
14جون2021ء	ولایہ پاکستان

فہرست

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دعوت

الوعی میگزین شمارہ 146 سے ترجمہ

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:(**اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ**) **"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور بہترین انداز سے ان کے ساتھ بحث کیجئے بے شک آپ ﷺ کا رب ہی اس بات کا زیادہ علم رکھتا ہے کہ کون راہِ راست سے بھٹک گیا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے"**(النحل:125)۔اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: **(وَلاَ تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلاَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ)** **"اور اہلِ کتاب سے صرف بہترین انداز سے بحث کرو سوائے ان میں سے ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے ظلم کیا"**(العنکبوت:46)۔اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (**اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى فَقُولاَ لَهُ قَوْلاً لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى**) **"آپ دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش بن چکا ہے اس کے ساتھ نرمی سے بات کرو کہ شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا (اللہ سے) ڈر جائے"**(طٰہٰ 44:43)۔

یہ آیات اللہ کی طرف دعوت دینے کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں، یہ دعوت شروع سے ہی، کسی بھی چیز سے پہلے اللہ کی طرف دعوت ہے۔ یہ کسی شخص کسی قوم یا کسی پارٹی کی طرف دعوت نہیں۔ دعوت کا علمبردار اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ایک ذمہ داری کو ادا کرتا ہے۔ وہ اس کام کو اس دعوت یا اس کے ہاتھوں ہدایت پانے والوں کی خاطر نہیں کرتا بلکہ اس کا اجر صرف اللہ کے پاس ہے۔ اس لیے لوگوں کا اس کی بات کو قبول نہ کرنا اس کو غمزدہ نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اپنے اور اپنی دعوت کے خلاف لوگوں کی سازشوں سے تنگ دل ہوتا ہے، کیونکہ ہدایت اور گمراہی صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:(**لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ**) **" (اے محمد ﷺ) ان کی ہدایت آپ کی ذمہ داری نہیں مگر اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے"**(البقرۃ:272)۔اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:(**وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ**) **"آپ ان کے لیے**

غمزدہ مت ہوں اور نہ ہی ان کی سازشوں سے تنگ دل ہوں"(النحل:127)۔اور اچھا انجام صرف متقیوں کیلئے ہے،(**اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ) "بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور یہی لوگ احسان کرنے والے ہیں"**(النحل:128)۔

دعوت کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا ہے، اس کو افراد ہر حال میں کریں گے، ریاست اس کو عملی طریقے سے ادا کرے گی جو کہ غیر مسلموں پر اسلام کے قوانین اور نظام کے ذریعے حکمرانی کرنا ہے تاکہ وہ اسلام کے نور اور وسعت قلبی کو دیکھ لیں،اور اس کے نتیجے میں اسلام میں فوج در فوج داخل ہو جائیں؛ دوسرا حصہ مسلمانوں کو اسلام کے نفاذ اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کی دعوت دینا ہے۔اسلامی احکامات کو نافذ کرنے والی حکومت کی غیر موجودگی میں اسلام کے لیے جدوجہد سلطان اور قرآن کو یکجا کرنے کی جدوجہد ہے، یعنی قرآن کے لیے ایسی اتھارٹی کو وجود میں لانا جو اس کے احکامات کو نافذ کرے، یعنی اس اتھارٹی کو وجود میں لانا جس کا مرجع ایک ہی ہو: یعنی اسلام۔ یہ امر تقاضا کرتا ہے کہ یہ عمل اجتماعی ہو یعنی ایک جماعت کے ذریعے ادا ہو۔

دعوت کے یہ دونوں حصے طریقہ کے احکامات میں سے ہیں جن کو محسوس نتائج کے حصول کے لیے انجام دینا واجب ہے۔ان کو انجام دینا محض واجب کو ادا کرنے یا"رب کے سامنے عذر" پیش کرنے کے طور پر نہیں ہوتا، بلکہ ان کی انجام دہی سے محسوس کامیابی مقصود ہوتی ہے، جیسے کوئی شخص یا کئی اشخاص عملی طور پر اسلام قبول کریں، یا کسی شخص یا اشخاص کے تصورات تبدیل ہو جائیں، یا اللہ کی راہ میں جہاد کی صورت میں کوئی قلعہ فتح ہو جائے یا دشمن کو قتل کیا جائے یا دشمن کی زمین کے کسی حصے پر قبضہ کیا جائے۔ یہ ارادہ کرنا طریقے کے اعمال میں سے ہے جسے اس عمل کی انجام دہی کے وقت ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

دعوت کی ذمہ داری کو ادا کرنے کے تین انداز ہیں:

اول: حکمت کے ساتھ دعوت، یعنی عقلی دلائل کے ساتھ جو لاجواب کر دینے والے اور حتمی ہوں اور غلط فکر کے مقابلے میں درست فکر پر قائل کرنے والے ہوں۔ یہ طریقہ کار سوچنے سمجھنے والے لوگوں کیلئے فائدہ مند ہے جس وجہ سے کفار اور ملحد اس سے ڈرتے ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے بھٹکے ہوئے اور دوسروں کو بھٹکانے والے اس سے ڈرتے

ہیں۔اس لیے کہ یہ باطل کی کج روی کو بے نقاب کرتا ہے اور حق کو واضح کرتا ہے، کیونکہ یہ فساد کو جلانے والی آگ اور اصلاح کی راہ دکھانے والا نور ہے۔قرآن کریم نے قطعی دلائل اور لاجواب حجتوں سے اذہان کو مخاطب کیا تاکہ وہ زمین اور آسمان غور پر کریں اور اس تدبر سے اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **أَفَلاَ يَنْظُرُونَ إِلَى الإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَت وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَت "کیا یہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسے پیدا کیا گیا اور اور آسمان کو نہیں دیکھتے اس کو کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے جن کو کیسے نصب کیا گیا اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ یہ کیسے بچھائی گئی"** (الغاشیہ:20-17)۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالاً سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) "اور وہی ذات اپنی (باران) رحمت سے پہلے خوشخبری کے طور پر ہوائیں بھیجتا ہے یہاں تک کہ وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم ان بادلوں کو کسی مردہ (خشک) زمین کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں پھر ان بادلوں سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل اگاتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے شاید تم نصیحت حاصل کرلو"** (الاعراف:57)۔

ہاں میں ہاں ملانا، چاپلوسی کرنا، پسپائی اختیار کرلینا اور سمجھوتہ کرنا حکمت نہیں، نہ ہی یہ احتیاط ہے اور نہ ہی یہ میانہ روی یا ڈپلومیسی ہے، یہ سب یا ان میں سے کوئی ایک بھی حکمت کے معنی میں داخل نہیں۔ حکمت معاملے کو اس کی جگہ پر رکھنے کا نام ہے یا اس کے معنی حجت اور برہان ہیں، آیت میں معاملے کو اس کی جگہ پر رکھنے کی بات نہیں ہو رہی اس لیے اس کا معنی لازمی طور پر حجت اور برہان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی طرف دعوت میں اہل مکہ کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی، نہ ہی ان کی چاپلوسی کی اور نہ ہی ان سے سمجھوتہ کیا بلکہ وہ ان کے سامنے اللہ کے اس قول کی تلاوت کرتے تھے، **(اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ) "بے شک تم اور جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ جہنم کے ایندھن ہیں جس میں تم داخل ہونے والے ہو"** (الانبیاء:98)۔ اسی طرح اللہ کے اس فرمان کی، **(تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۭ) "ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو"** (لھب:1)۔اور اللہ سبحانہ

وتعالی کے اس قول کی،(وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ* هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ* مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ* عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ)"ہر قسم کھانے والے ذلیل کی بات مت سنو جو اشارے کرنے والا چغل خور ہے خیر کی راہ میں رکاوٹ، حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے بدخو اور بدذات ہے "(القلم:13-10)۔

دوسرا: مَوْعِظَةِ حَسَنَةِ، جو کہ اچھے انداز سے نصیحت ہے، یعنی عقل کو مخاطب کرتے ہوئے جذبات کو ابھارنا اور احساسات کو مخاطب کرتے ہوئے افکار کو ابھارنا۔ اس کے ذریعے دعوت نرمی سے دلوں میں جذب ہو گی اور نرمی سے احساسات گہرے ہو جائیں گے، بے شک بات میں نرمی سے بہت سارے باغی دل ہدایت پا لیتے ہیں اور سخت دل نرم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ)"اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم خو ہیں، اگر آپ ترش رو اور سنگدل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے چلے جاتے، ان سے در گزر کیا کریں، ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں"(آلِ عمران:159)۔ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:(اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى)"دونوں فرعون کے پاس جاو وہ سرکش ہو گیا ہے اس کے ساتھ نرمی سے بات کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا (اللہ سے) ڈرے"(طہٰ:44-43)۔

قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے احساسات کو مخاطب کیا گیا ہے، تاکہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی کرے اور جس چیز کے بارے میں عقل قائل ہو جائے تو وہ اس پر عمل کرنے میں منہمک ہو جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لاَ يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لاَ يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لاَ يَسْمَعُونَ بِهَا أُوْلَئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ) "ہم نے بہت سارے جنات اور انسانوں کو (گویا) جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے جن کے دل و دماغ تو ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں، جن کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ دیکھتے نہیں جن کے کان تو ہیں مگر وہ سنتے نہیں یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ یہ زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں"(الاعراف:179)۔

تیسرا:(وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ)"ان سے بہترین انداز سے بحث کرو"، یعنی بحث کرنے کا بہترین انداز اختیار کرو، جس میں گفتگو کا موضوع فکری ہوتا ہے، اس سے تجاوز کر کے ذاتی معاملات یا ادھر ادھر کی باتوں کو نہیں چھیڑا جاتا۔ سچے دلائل پیش کرنے اور باطل دلائل رد کرنے سے بحث اختلاف اور تضاد کو ظاہر کرنے کا کردار ادا کرتی ہے جس میں حق تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **(لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ)"اگر زمین و آسمان میں ایک اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہوتا تو یہ دونوں برباد ہوجاتے، عرش کا رب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے پاک ہے جو یہ کہتے ہیں"**(الانبیاء:22)، اللہ حکمت والا یہ بھی فرماتا ہے، **(وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا)"اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی کی طرف سے ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت سارے اختلاف پاتے"**(النساء:82)۔

کسی متعین شخص تک دعوت کو پہنچانے کے مقصد کا تعین ہمیشہ موجود ہونا چاہیے اور دعوت کو قبول کرنے کی صورت میں اس شخص کو کس حد تک لے جانا ہے، اس بات کا بھی تعین ہونا چاہیے۔ لہٰذا اولاً ایک شخص سے بحث آپ اس کو اپنے فکر پر لانے کی امید سے کرتے ہیں کہ وہ اس فکر کا علمبردار بنے گا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دے گا، دوسرے، اس شخص سے بحث آپ اس لیے کرتے ہیں کہ اس کے تصورات کو تبدیل کریں تاکہ وہ حق کو قبول کر لے، تیسرے، اس شخص سے بحث اس لیے کرتے ہیں کہ وہ متعین افکار کو اپنے ارد گرد اور اپنی مجالس تک پہنچائے، چوتھے، آپ اس سے امید کرتے ہیں کہ وہ آپ کی حمایت اور مدد کرے۔ اس حد کا تعین نہ کرنا جہاں تک اپنے مخاطب کو پہنچانا ہو، ایک داعی کو ملال اور ناامیدی کا شکار کر سکتا ہے۔ یہ دونوں نشانیاں درست نہیں۔

دعوت پہنچانے کا مقصد ہرگز گفتگو میں اپنی برتری دکھانا یا بحث جیتنا نہیں بلکہ قائل کرنا اور حق تک پہنچانا ہے۔ انسانی نفس کی خصوصیات اور عادات ہیں۔ اس کے لیے شکست کا اعتراف کرنا یا اپنی اس رائے سے پیچھے ہٹنا، جس کا وہ دفاع کر رہا ہو، آسان نہیں۔ اس لیے جس سے خطاب کیا جا رہا ہے اس کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ اس کی ذات محفوظ ہے اور اس کا وقار مجروح نہیں ہو رہا ہے، اس کو زیر نہیں کیا جا رہا ہے اور اس کا فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے، اس کو جاہل نہیں

سمجھا جارہاہے اور اس کو برا اور ذلیل قرار نہیں دیا جارہاہے۔ کیونکہ گفتگو کا مقصد اس کا دل جیتنا ہے اس کی دشمنی جیتنا نہیں۔اس لیے بات چیت کے اسالیب میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کو آپ کے اور اپنے درمیان فاصلے کا احساس نہ ہو، یعنی یہ کہ وہ کوئی غیر نہیں۔اسی طرح اس کے پاس دعوت لے جاتے وقت نفسیاتی حالت کا بھی لحاظ رکھا جائے، مناسب وقت کا انتخاب کیا جائے، مناسب الفاظ کا چناؤ کیا جائے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے"۔اگر مخاطب کا دل مائل نہ ہو رہا ہو تو اس کا ذہن بھی نہیں کھلے گا، عقل کی راہ دل سے گزرتی ہے،اس لیے دلوں کو نرم کرنا عقل کو مخاطب کرنے کیلئے ضروری ہے۔رسول اللہ ﷺ نے جب بنی عبداللہ کی جماعت کو مخاطب کیا تو ان سے فرمایا:(**إن الله قد أحسن اسم أبيكم**) **"بے شک اللہ نے تمہارے باپ کا بہترین نام رکھا ہے"**، کیونکہ ان کے باپ کا نام عبد اللات یا عبدالعزیٰ نہیں تھا۔اسی نے ان کے دلوں میں نرمی پیدا کی تا کہ وہ آپ ﷺ کی بات توجہ سے سنیں اور آپ کی بات پر لبیک کہیں۔

ہر حال میں حق بات کرنی چاہیے، آزمائش پر صبر کرنا چاہیے، لیکن باعمل مسلمانوں کی طرح، نہ کہ گھٹنے ٹیکنے والوں اور جھکنے والوں کی طرح۔ بخاری نے عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا ہے کہ (**بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ**)"ہم نے پسند اور ناپسند میں سننے اور اطاعت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی،اور یہ کہ ہم اہلِ امر سے تنازعہ نہیں کریں گے، ہم جہاں بھی ہوں گے حق کہیں گے اور حق پر ڈٹیں گے اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے"۔

باطل ادیان کو گالی دینے کا حکم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **(وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)** **"اللہ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے ان کو گالی مت دو کیونکہ پھر وہ بھی دشمنی اور جہالت میں اللہ کو گالیاں دیں گے۔اسی طرح ہی ہم نے ہر امت کے لیے اس کے اعمال کو مزین کیا ہوا ہے۔ پھر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے جو ان کو ان کے اعمال کے بارے میں بتادے گا"** (الانعام:108)

اسلام اپنے پیروکاروں کو کفار کے معبودوں کو گالیاں دینے سے منع کرتا ہے تاکہ اس کے نتیجے میں وہ اللہ سبحانہ وتعالی کو گالی نہ دیں۔ کفر، شرک، جعلی معبودوں، جن کی اللہ کی جگہ عبادت کی جاتی ہے، ان کو گالی دینا اصلاً مباح امر ہے لیکن اگر یہ گالی ان کو اشتعال دلانے اور رد عمل میں اللہ سبحانہ وتعالی یا اسلام کے مقدسات میں سے کسی کو گالی دینے کا سبب بن سکتا ہے تو پھر ایسی صورت میں کفار کے معبودوں کو گالی دینا جائز نہیں۔

اسی آیت سے اصول کے علماء نے (الْوَسِيلَةَ إِلَى الْحَرَامِ حَرَام) "حرام کا وسیلہ بھی حرام ہے" کا قاعدہ اخذ کیا ہے۔ یعنی کوئی بھی مباح عمل جس کے بارے میں غالب گمان ہو جائے کہ یہ حرام تک پہنچائے گا تو وہ حرام ہو جائے گا، جب تک اس میں یہ گمان ہو۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بخاری و مسلم میں ہے **(مِنْ اَلْكَبَائِرِ شَتْمُ اَلرَّجُلِ وَالِدَيْهِ)** **"اپنے والد کو گالی دینا کبائر میں سے ہے"**۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا کوئی اپنے باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا **(نَعَمْ. يَسُبُّ أَبَا اَلرَّجُلِ, فَيَسُبُّ أَبَاهُ, وَيَسُبُّ أُمَّهُ, فَيَسُبُّ أُمَّهُ)** **"ہاں۔ وہ کسی کے باپ کو گالی دے تو جواب میں وہ اس کے باپ کو گالی دے اور وہ کسی کی ماں کو گالی دے تو جواب میں وہ اس کی ماں کو گالی دے"**۔

اس سے ملتا جلتا اللہ سبحانہ وتعالی کا یہ فرمان بھی ہے، **(وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ)** **"اہل کتاب سے بحث بہترین انداز سے ہی کرو سوائے ان میں سے ظلم کرنے والوں کے اور کہو کہ ہم اس پر ایمان لائے جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس پر جو تم پر نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں"** (العنکبوت: 46)۔

ابنِ جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے اللہ تعالی کے اس قول کے حوالے سے ابن عباس سے روایت کی ہے **(وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ)** **"اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والوں کو گالی مت دو"**، کہ انہوں نے کہا: (يا محمد لتنتهِيَنَّ عن سبّكَ آلهتنا أو لنهجوَنَّ ربك) "اے محمد! تم ہمارے معبودوں کو

گالی دینے سے لازما باز آؤ گے ورنہ ہم تمہارے رب کا مذاق اڑائیں گے"، اس پر اللہ نے مسلمانوں کو کفار کے بتوں کو گالیاں دینے سے منع کیا کہ کہیں وہ جہالت اور دشمنی میں اللہ کو گالی نہ دیں۔

آیت میں یہ واضح کیا گیا کہ ہر امت کے لیے اس کے عمل اور دین کو مزین کیا گیا ہے، وہ یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کے دین کو گالی دے۔ اللہ تعالی نے لوگوں کے حساب کتاب کو اپنے پاس رکھا اور یہ کام رسولوں کو بھی نہیں دیا۔ رسولوں کا کام بھی صرف واضح تبلیغ اور حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت ہے۔

اس کا مطلب سمجھوتہ، نفاق اور حق گوئی ترک کرنا نہیں، بلکہ گالی گلوچ، اشتعال دلانے، تحقیر اور اہانت سے باز رہنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا:(**اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰىۚۖ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى**)"**فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو گیا ہے اس سے نرمی سے بات کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا (اللہ سے) ڈر جائے**"(طہ:44-43)۔ اسی نرم گفتگو میں سے فرعون کو واضح انداز میں ڈرانا بھی تھا، جب فرمایا:(**اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى**)"**ہماری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جھٹلانے اور منہ موڑنے والے کو عذاب دیا جائے گا**"(طہ:48)۔

لہٰذا اسلام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم غلط عقائد والوں کو برا بھلا کہہ کر اشتعال نہ دلائیں اگرچہ ان کے باطل عقائد اس کے مستحق بھی ہوں کیونکہ یہ چیز عقل کے نور کو ختم کرتی ہے اور نفس میں موجود جبلت دفاع کو ابھارتی ہے اور دعوت قبول کرنے کے لیے دروازے کو بند کرتی ہے۔ ساتھ ہی اسلام ہمیں عقائد کی گمراہی، ان کے جھوٹ اور ایسے عقائد کے حاملین کے برے انجام کو مضبوط دلیل سے بیان کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔

فہرست

سوال وجواب: صرف خلیفہ ہی شرعی قوانین کو اپنانے کا حق رکھتا ہے

(عربی سے ترجمہ)

احمد القیروان کی جانب سے

سوال: السلام علیکم! اس کا کیا مطلب ہے کہ صرف خلیفہ ہی شرعی قوانین کو اپنانے کا حق رکھتا ہے؟

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے سوال کا جواب پارٹی کی کتاب "مسودۂ دستور" میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ "مسودۂ دستور، حصہ اول" میں اس حوالے سے درج ذیل بیان کیا گیا ہے۔

ورڈ فائل (عربی ایڈیشن) کے صفحہ 110 میں لکھا ہے:

"چوتھے اصول کے مطابق صرف ریاست کے حکمران کو ہی قوانین کی تبنی (نفاذ کے مقصد سے اپنانے) کا حق حاصل ہے۔ یہ اصول اجماعِ صحابہؓ نے قائم کیا ہے کہ خلیفہ کو ہی قوانین اپنانے کا حق حاصل ہے، اور اجماع صحابہؓ کی بنا پر ہی یہ مشہور شرعی قواعد اخذ ہوئے ہیں: (امر الامام یرفع الخلاف) "امام کا حکم اختلافات کو ختم کرتا ہے"، (امر الامام نافذ) "امام کے حکم پر ہی عمل درآمد ہوتا ہے" اور (للسلطان ان یحدث من الاقضیة بقدر ما یحدث من مشکلات) "حکمران کا اختیار ہے کہ وہ اسی قدر فیصلے جاری کرے جتنے کہ اسے مسائل درپیش ہیں"۔ اختتام

ورڈ فائل (عربی ایڈیشن) کے صفحہ 146-153 پر آرٹیکل 36 کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

"پیراگراف"ا"کا ثبوت اجماع صحابہ ہے، چونکہ قانون ایک تکنیکی اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے: وہ حکم جو اتھارٹی کے ذریعہ لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے جاری کیا جاتا ہے۔اور اس کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ "وہ قواعد وضوابط جوایک اتھارٹی لوگوں پر اپنے تعلقات پر عمل پیرا ہونے کے لئے نافذ کرتی ہے"، دوسرے لفظوں میں، اگراتھارٹی مخصوص قوانین کا حکم دیتی ہے تو یہ قواعد وہ قوانین ہیں جن کی عوام پابند ہے،اور اگراتھارٹی ان کو حکم نہیں دیتی تب انہیں قانون نہیں سمجھا جاتا ہے اور عوام ان کے پابند نہیں ہوتے۔

مسلمان شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اس طرح ، وہ اللہ سبحانہ وتعالی کے اوامر اور نواہی کے مطابق عمل کرتے ہیں نہ کہ اتھارٹی کے اوامر ونواہی کے مطابق۔ لیکن یہ شرعی احکام صحابہ کرامؓ کے مابین مختلف تھے، لہذاان میں سے کچھ نے شرعی نصوص کے متعلق کچھ سمجھا جبکہ دوسرں نے ان سے کچھ مختلف،اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے سمجھے ہوئے انداز کے مطابق عمل کیا،اور ان کی یہ تفہیم ان کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم تھا۔

تاہم، ایسے احکام شرعیہ موجود ہیں جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ امت کے امور کی دیکھ بھال کے لیے سب مسلمان ایک رائے کے مطابق عمل کریں، بجائے یہ کہ ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد کی پیروی کرے۔ایسا پہلا ہو بھی چکا ہے۔جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کا خیال تھا کہ مسلمانوں میں دولت کو مساوی طور پر بانٹنا چاہئے، کیونکہ یہ اجتماعی طور پر ان کا حق ہے۔جب کہ عمرؓ کا خیال تھا کہ ماضی میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑنے والے کو اتنا ہی دینا جتنا کہ ان کے شانہ بشانہ لڑنے والے کو یاامیروں کو بھی غریبوں جیتنا دینا صحیح نہیں۔تاہم، ابو بکرؓ خلیفہ تھے لہذا انہوں نے اپنی رائے پر عمل درآمد کرنے کا حکم دیا، دوسرے الفاظ میں، دولت کی مساوی تقسیم کو اپنایا۔ مسلمانوں نے ان کی رائے کی پیروی کی اور قاضیوں اور گورنروں نے اس کے مطابق عمل کیا، اور عمرؓ نے ابو بکرؓ کی رائے کو قبول کیا اور آپؓ نے اس کے مطابق عمل کیا اور اس پر عمل درآمد کروایا۔جب عمرؓ اس کے بعد خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی رائے اختیار کی جو ابو بکرؓ کی رائے سے متصادم تھی۔دوسرے لفظوں میں، انہوں نے دولت کو مساویانہ تقسیم کی بجائے ترجیح کے مطابق تقسیم کرنے حکم دیا۔ لہذا، انہوں نے مال ان لوگوں کے حساب سے تقسیم کیا جنہوں نے پہلے اسلام قبول کیا اور لوگوں کی ضرورت کے مطابق اور مسلمانوں نے ان کی رائے کی پیروی کی اور قاضیوں اور گورنروں نے اس کے مطابق عمل کیا۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ کا اجماع تھا کہ امام مخصوص اصولوں کو اپنانے اور ان کے نفاذ کا حق رکھتا ہے، اور یہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی اطاعت کریں چاہے یہ ان کے اپنے اجتہاد کے خلاف ہو، اور انہیں اپنی رائے اور اجتہاد کے مطابق عمل چھوڑنا پڑے۔

یہ اپنائے گئے قواعد قوانین ہیں۔ لہذا، قوانین کی تبنی (اپنانا) صرف خلیفہ کے لئے ہے اور کسی اور کو اس کا حق نہیں ہے۔" اختتام

مجھے امید ہے کہ آپ کو جواب مل گیا ہے۔

یہ اس معاملے میں میری رائے ہے جبکہ اللہ سب سے زیادہ حکمت والا ہے اور وہ بہترین جاننے والا ہے۔

آپ کا مخلص

عطا بن خلیل ابو رشتہ

7 رجب 1442ھ

19 فروری 2021ء

فہرست

سوال وجواب: روس اور چین کے لیے امریکی پالیسی

(عربی سے ترجمہ)

سوال: جو بائیڈن کی سربراہی میں نئی امریکی انتظامیہ نے چین اور روس پر یلغار شروع کر دی ہے، جبکہ اسی دوران بعض ممالک کے ساتھ شراکت داری کو مضبوط بنانے اور پرانے معاہدوں کی تجدید بھی شروع کی ہے۔ یہ بتائیں کہ ان دو ممالک کے بارے میں امریکہ کس قسم کی پالیسی پر گامزن ہے، بالخصوص امریکی پالیسی کے اہداف کیا ہیں؟ نیز موجودہ انتظامیہ سابق امریکی انتظامیہ سے مختلف ہے یا نہیں؟

جواب: اس سے قبل کہ ہم امریکی پالیسی کی حقیقت اور اس کے اہداف پر روشنی ڈالیں، ہم نئی امریکی انتظامیہ کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہیں:

1- امریکی صدر بائیڈن نے 12 مارچ 2021 کو آسٹریلوی سربراہ کاٹ موریسن، بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی اور جاپانی وزیر اعظم یوشی ہیڈی سوگا کے ساتھ آن لائن سربراہی کانفرنس منعقد کی، امریکہ ان ممالک کو چین کی بڑھتی ہوئی اقتصادی اور عسکری قوت کا مقابلہ کرنے کے لیے امریکی کوششوں کے ضمن میں مرکزی ممالک کی نظر سے دیکھتا ہے، بائیڈن نے کہا: "بحرِ ہند اور بحر الکاہل میں ہم سب کے مستقبل کے لیے ایک آزاد اور غیر ممنوعہ علاقہ ہونا ضروری امر ہے۔ یقیناً امریکہ قیامِ امن کے لیے آپ کے ساتھ، اپنے تمام شراکت داروں اور خطے میں اپنے تمام اتحادیوں کے ساتھ کام کرنے کا پابند ہے۔۔۔" (مڈل اِیسٹ 13 مارچ 2021)۔ یہی وجہ تھی کہ امریکی سیکرٹری دفاع لوئیڈ آسٹن نے 13 مارچ 2021ء کو یہ اعلان کیا کہ "وہ عنقریب ایشیاء کے دورے پر روانہ ہوگا، یہ دورہ ایک ہفتہ تک جاری رہے گا، اور وہ ٹوکیو، سیول اور نیو دہلی جائے گا، اس دورے کا مقصد خطے کے امریکی اتحادیوں کے ساتھ فوجی تعاون بڑھانے اور چین کا مقابلہ کرنے کے لیے قابل بھروسہ مزاحمت پیدا کرنے پر غور و فکر اور بحث کرنا ہے۔۔۔ وہ ٹوکیو اور سیول میں امریکی وزیر خارجہ کے ساتھ مل کر وہاں کی ہم منصب شخصیات کے ساتھ ملاقات

کرے گا۔ اس دورے کے بعد بائیڈن ٹیم الاسکا(امریکہ) میں چینی وزارت خارجہ کے عہدے داروں یانگ جی شی (چینی کیمونسٹ پارٹی کے خارجہ تعلقات کا عہدیدار) اور چینی وزیر خارجہ وانگ یی کے ساتھ پہلی میٹنگ کرے گی ۔۔۔۔" (مڈِل ایسٹ 14 مارچ 2021) نیز وہ ہانگ کانگ اور سنکیانگ (مشرقی ترکستان)، تبت، اور تائیوان کی صورتحال اور وہاں پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر بھی بحث کرے گا۔

2- 20 مارچ 2021 کو امریکی وزیر دفاع لوئیڈ آسٹن نے کہا" ہم اپنے تمام اتحادیوں اور شراکت داروں کو روسی سازوسامان سے دُور رہنے کی تاکید کرتے ہیں، اور کسی بھی ایسی شکل میں اس کے حصول سے اجتناب کیا جائے، جو ہماری طرف سے پابندیاں لگنے کا باعث بنے"۔ انہوں نے مزید کہا: " ہندوستان نے روسی ساختہ فضائی دفاع کا نظام، ایس 400 کی کوئی بھی کھیپ وصول نہیں کی، چنانچہ بھارت پر پابندیاں لگانے کے امکانات کو زیر بحث بھی نہیں لایا گیا" (الجزیرہ 20 مارچ 2021)۔ بھارتی وزیر اعظم مودی نے روسی صدر پیوٹن کے ساتھ روسی ساختہ فضائی دفاع کے نظام، ایس 400 خریدنے کے معاہدے پر 2018 میں دستخط کیے تھے، جس کی لاگت 5.4 ارب ڈالر تھی۔ بھارت نے 2019 میں پہلی قسط کے طور پر 80 کروڑ ڈالر کی ادائیگی بھی کی تھی۔ سال رواں کے اواخر میں ان میزائلوں کی پہلی کھیپ وصول ہونے کی توقع ہے۔ آسٹن کا دورۂ بھارت امریکا کی ان کوششوں کے ضمن میں ہو رہا ہے جو خطے میں چینی اثر ونفوذ کے آگے بند باندھنے والے ممالک کے درمیان معاہدہ تشکیل دینے کے پیش نظر کی جا رہی ہیں، نیز تاکہ روس پر بھی دباؤ ڈالا جائے۔ اس دوران امریکن ڈیفنس کمپنیوں نے بھارت کو عسکری سازوسامان کے ساتھ لیس کرنے کے لیے اربوں ڈالروں کے معاہدوں پر دستخط کیے، انہی معاہدوں میں سے 150 لڑاکا طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کی خریداری کا معاہدہ بھی ہے، یہ سب کچھ بھارتی مسلح افواج کو بہتر کرنے کے ضمن میں کیا جا رہا ہے، بھارت نے اس کے لیے 250 ارب ڈالر مختص کیے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ روس بھارت کو سب سے زیادہ اسلحہ مہیا کرتا ہے، اور بھارت کو یہ اندیشہ ہے کہ اسے ترکی کی طرح پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، ترکی نے ایس 400 کا روسی دفاعی نظام خریدا تھا۔ جب سے 2014 میں مودی کو اقتدار ملا ہے، تب سے بھارت امریکا کے تعلقات مضبوط ہوگئے ہیں، کیونکہ مودی امریکی پالیسی پر گامزن ہے۔ 2016 میں امریکہ نے بھارت کو " سرکردہ دفاعی شریک "

نامزد کیا،اسی وقت سے امریکہ نے بھارت کے ساتھ معاہدات کے ایک سلسلے پر دستخط کیے، تاکہ چھوٹے اسلحہ کی ترسیل کو آسان بنایا جائے اور عسکری تعاون کو مزید مستحکم کیا جائے۔ پس امریکہ بھارت سے یہ چاہتا ہے کہ بالآخر وہ ایس 400 کے روسی ساختہ دفاعی نظام کو خریدنے سے مکمل طور پر باز رہے تاکہ اسلحہ میں وہ امریکہ کا محتاج رہے۔ برطانیہ نواز بھارتی کانگریس پارٹی کی پالیسی اس کے برعکس ہے، اس کے دس سالہ دورِ اقتدار میں برطانیہ اس کو مسلسل یہ درس دیتا رہا کہ وہ سوویت یونین سے اسلحہ خریدے، یہ درس سوویت یونین کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی دیتا رہا تاکہ امریکہ بھارت پر تسلط حاصل نہ کر سکے اور بھارت میں اپنا اثر و نفوذ نہ پھیلا سکے۔ لیکن امریکہ جب بھارتیا جنتا پارٹی میں موجود اپنے ایجنٹوں کو بھارت میں اقتدار تک پہنچانے میں کامیاب ہوا، تو بھارت کو اسلحہ اور فوج کے حوالے سے اپنا تابع بنانے کے لیے کام کیا تاکہ بھارت میں سیاسی اور عسکری امور کے حوالے سے بھاگ دوڑ سنبھال سکے اور وہاں برطانوی اثر و نفوذ کو ختم کر سکے۔

3- عین انہی اوقات میں امریکہ چین کے ساتھ بات چیت میں بھی مصروف ہے اور ساتھ ہی اس پر دباؤ بھی ڈال رہا ہے، چنانچہ الاسکا امریکہ میں 18 مارچ 2021 کو چینی و امریکی وزرائے خارجہ کے درمیان ایک ملاقات شروع ہوئی، جس میں امریکی سیکرٹری برائے خارجہ امور انتھونی بلنکن نے کہا "بلا شبہ چینی کاروائیاں عالمی استحکام کے ضامن، مبنی بر قانون نظام (*the rules-based order*) کے لیے خطرہ ہیں۔" اس نے مزید کہا" ہم سنکیانگ (مشرقی ترکستان)، ہانگ کانگ اور تائیوان میں چین کی کاروائیوں سے متعلق اپنے گہرے خدشات پر بحث کریں گے، امریکہ کے خلاف سائبر حملے اور ہمارے اتحادیوں پر معاشی جبر اس کے علاوہ ہے۔ یہ تمام کاروائیاں مبنی بر قانون نظام (*the rules-based order*) کے لیے خطرہ ہیں، جو عالمی استحکام کا تحفظ کرتا ہے۔" اس پر چینی کیمونسٹ پارٹی کے خارجہ تعلقات کے عہدیدار یانگ جیشی نے یہ کہتے ہوئے جواب دیا: "چین کے داخلہ امور میں امریکی مداخلت پر چین نے شدید مخالفت کی۔ ہم نے اس قسم کی مداخلت پر اپنی شدید مخالفت واضح کی ہے اور ہم اس کے جواب میں سخت اقدامات کریں گے۔ اس وقت جو کچھ کرنا ضروری ہے وہ ہے سرد جنگ کی سوچ کو ترک کرنا۔" (رائٹر 19 مارچ 2021)۔ اسی وجہ سے امریکہ نے بات چیت کے نام سے نفسیاتی اور میڈیا جنگ کے ضمن میں چین

پر براہِ راست دباؤ ڈالنا چاہا، تاکہ چین کے بارے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا ڈھنڈورا پیٹا جاسکے۔ اور دنیا میں اسی عنوان سے چین کی شہرت ہو اور بس۔ انسانی حقوق کی امریکہ کو ئی فکر نہیں، البتہ چین کے خلاف اس کو بطور کارڈ کے استعمال کررہا ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے اسے کامیابی نہیں ملی، کیونکہ چینیوں نے وہاں سے اس کا جواب دیا تھا جہاں سے ان پر وار کیا گیا تھا، کیونکہ امریکہ خود داخلی اور بیرونی سطح پر انسانی حقوق کی دھجیاں بکھیر رہا ہے، چین کی طرح وہ خود بھی گناہگار ہے، اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ دوسرے ممالک پر تسلط رکھتا ہے اور ان پر اپنا غلبہ حاصل کرنے، ان کو بلیک میل کرنے اور ان کے وسائل لوٹنے میں لگا رہتا ہے۔

4- بائیڈن کی سربراہی میں نئی امریکی انتظامیہ نے اس بات کی طرف اشارہ دیا ہے کہ وہ اِس وقت ٹرمپ انتظامیہ کی شروع کی ہوئی تجارتی جنگ کو جاری رکھے گی، لیکن یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اتحادی اور دیگر طاقتیں اس کا ساتھ دیں۔ بلنکن کو وزیر خارجہ نامزد کیا گیا ہے کیونکہ وہ چین پر پابندیاں لگانے کی حمایت کرتا ہے، اس نے سینٹ کے خارجہ تعلقات کی کمیٹی کے سامنے اعلان کیا "اس بات میں کوئی شک نہیں کہ چین کسی بھی دوسری ریاست سے زیادہ ہمارے لیے چیلنج کھڑے کررہا ہے، چین ہمارے لیے ایک ہمہ جہت چیلنج ہے اور امریکہ پر یہ لازم ہے کہ وہ چین کے ساتھ طاقت کی بنیاد پر تعلقات بنائے نہ کہ کمزوری کی بنیاد پر، اور اس طاقت کا ایک حصہ اپنے اتحادیوں کو ساتھ لے کر چلنا، نیز عالمی اداروں کے ساتھ شراکت ہے۔ مجھے صرف اتنا کہنے دیجیے کہ میرا یہ بھی یقین ہے کہ صدر ٹرمپ چین کے خلاف سخت موقف اپنانے میں حق بجانب تھا۔ متعدد میدانوں میں ٹرمپ کے اختیار کردہ طریقے سے میں اکثر متفق نہیں رہا ہوں، لیکن بنیادی آئیڈیالوجی کی حیثیت سے وہ درست تھا اور میرا خیال ہے کہ یہ ہماری خارجہ پالیسی کے مفاد میں ہے۔" (اناطولیہ 20 جنوری 2021)۔ یعنی چین کے بارے میں امریکی پالیسی بنیادی طور پر ایک ہی ہے لیکن اس پالیسی کی تکمیل کے لیے اس کے اسالیب ایک سے دوسرے انتظامیہ کی نسبت سے بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حدود میں رکھنے کی پالیسی ختم ہو چکی ہے، اب چین کے ساتھ مقابلہ آرائی کی پالیسی کا آغاز ہو گیا ہے، اب امریکہ خطے میں اور بیرونی طور پر ان کو بھی چیلنج کرے گا جو چین کی مدد کریں گے۔

5- امریکہ نے چینی توسیع پر واضح طور پر اپنے خدشات کا اعلان کیا، امریکی صدر جو بائیڈن نے کہا: "اگر ہم کچھ نہ کریں تو بہت جلد وہ " چینی " ہمارا کھانا بھی ہڑپ کر لیں گے۔ ریلوے کے میدان میں ان کی ایک سے ایک نئی اور بڑی شروعات سامنے آئی ہیں۔ اور چین نے بجلی سے چلنے والی گاڑیوں کی ٹیکنالوجی کے میدان میں تیزی سے ترقی کر کے دکھائی ہے"۔ اُنہوں نے کہا" میں نے 10 جنوری 2021 کو بدھ کے دن اپنے چینی ہم منصب شی جن پنگ سے دو گھنٹے متعدد مسائل پر گفتگو کی، اس گفتگو میں انسانی حقوق، تجارت اور امن بھی زیر بحث آئے۔" وہائٹ ہاؤس کی ترجمان صحافی جین ساکی نے کہا" میرا خیال ہے کہ صدر کا نکتہ نظریہ ہے کہ ہم چین کے ساتھ مسابقت کی حالت میں ہیں، اس چیلنج کی گہرائی کے مطابق یہ بات واضح ہے۔" (وال سٹریٹ جرنل 12 فروری 2021)۔ بائیڈن نے ایک دفعہ پھر اپنے ملک کے خدشات پر زور دیتے ہوئے کہا، "امریکہ اور چین کے درمیان شدید مسابقت جاری ہے، چین کی کوشش ہے کہ قوت و طاقت اور اثر و نفوذ میں وہ دنیا کی سپر پاور بن جائے، لیکن وہائٹ ہاؤس میں میری موجودگی میں ایسا نہیں ہو سکتا، میں 27 ملکوں کے سربراہوں کے ساتھ رابطہ کروں گا تاکہ بیجنگ سے متعلق آئندہ اقدامات کے حوالے سے بندوبست کیا جائے، ہم چین کا محاسبہ کریں گے اور ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ بالخصوص جنوبی بحر چین میں اصول وضوابط کا احترام کرے۔" (الجزیرہ 25 مارچ 2021)۔ بائیڈن انتظامیہ نے رواں ماہ کے اوائل میں ایک دستاویز" قومی حفاظتی حکمتِ عملی کے لیے وقتی حکمتِ عملی کی ہدایات " the Interim Strategic Directive for the National Security Strategy جاری کیا جو قومی محافظ ایجنسیوں کے لیے نئی انتظامیہ کے ہدایات پر مشتمل ہے، اس طرح امریکہ عالمی چیلنجوں سے نمٹنے کے قابل بن سکے گا، دستایز میں چین کا 15 بار ذکر ہوا، دستاویز چھوٹے چھوٹے 20 صفحوں سے زیادہ نہیں، اور روس کا صرف پانچ دفعہ اس میں ذکر ہوا۔

6- امریکہ سمجھتا ہے کہ جنوبی بحر چین (ساؤتھ چائنا سی) اور اس سے متعلقہ علاقوں پر چین اب تک قابو حاصل نہیں کر سکا، جبکہ اس کے لیے اس نے بے تحاشا کوششیں کیں، چنانچہ امریکہ کی خواہش ہے کہ وہ اس کو وہاں پر تسلط حاصل کرنے سے روک لے، اور خطے میں موجود ممالک کے ذریعے اس کو اُلجھائے رکھے، امریکہ کی کوشش ہے کہ وہ چین کو بڑی علاقائی طاقت کے دائرے میں بند رکھے، اس کو اطراف و جوانب تک ہاتھ پھیلانے سے باز رکھے۔ چنانچہ

جنوبی بحر چین (ساؤتھ چائنا سی) سے جڑے انڈونیشیا، ملائشیا اور فلپائن اور ویتنام وغیرہ ممالک ہیں، جن کو امریکہ چین کے خلاف متحرک کرنے اور اکسانے پر کام کر رہا ہے۔ اس سمندر کے قریب ہی بحر الکاہل (پیسیفک اوشن) ہے، جہاں آسٹریلیا کا ملک ہے، امریکہ نے اس کے ساتھ بھی چین کے خلاف کام کرنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔ مشرقی بحر چین میں جاپان، تائیوان اور جنوبی کوریا کے ممالک ہیں، یہ سب امریکہ کے حلیف ممالک ہیں۔ امریکہ نے متحدہ چین کو تسلیم کرنے کی شرط یہ رکھی تھی کہ وہ برضا ورغبت تائیوان کے ساتھ اتحاد کر لے۔ ٹرمپ دور میں امریکہ نے اس اعتراف سے پلٹا کھا لیا، اس لیے چین کھڑا ہوا اور تائیوان کو جنگ کی دھمکی دی، جس کی وجہ سے ٹرمپ نے پھر پلٹا کھاتے ہوئے متحدہ چین کو تسلیم کیا، یہ وہ معاہدہ ہے جس پر امریکہ نے چین کے ساتھ مل کر 1979 میں دستخط کیے تھے، اس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ یہ اتحاد باہمی مفاہمت، تدریجی اور اقتصادی و سیاسی میل جول کے ذریعے ہوگا۔۔۔۔ لیکن امریکہ اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتا رہا ہے، چنانچہ نہ صرف تائیوان کو اسلحہ فراہم کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ سیاسی و اقتصادی تعاون بھی کرتا ہے۔ امریکی ایڈمرل فیلپ ڈیوڈسن نے بحر ہند اور بحر الکاہل کے علاقوں میں موجود امریکی فوجی کمانڈ (Indopacom) کو 10 مارچ 2021 کو انتباہ کیا کہ چین 6 سال بعد یعنی 2027 میں تائیوان کے ساتھ جنگ کرے گا"۔ اس نے کانگریس کے سامنے کہا" مجھے ڈر ہے کہ چینی اپنے منصوبے کو جلد از جلد مکمل کرنے میں لگے ہوئے ہیں جس کا مقصد امریکہ کی جگہ سنبھالنا ہے، کیونکہ 2050 میں وہ خطے کی عظیم عسکری طاقت بننے جا رہا ہے۔۔" (الجزیرہ 11 مارچ 2021)۔ تو امریکہ کو اس بات کا خوف ہے کہ چین تائیوان کو اپنے میں ضم کرے گا جو خود امریکہ کا تسلیم کردہ چین کا حصہ سمجھا جاتا ہے، لیکن اس انضمام میں تاخیر کی جا رہی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چین اب اس ٹال مٹول اور اس اتحاد کو ناکام بنانے میں امریکہ کے کھلواڑ سے تھک گیا ہے، چین کا خیال ہے کہ امریکہ کو یہ اتحاد ناگوار ہے، تو ایسا لگتا ہے کہ چین کی جانب سے تائیوان کو دی جانے والی دھمکی سنجیدہ ہے، چین کے پاس یہ طاقت ہے کہ وہ اس کو بزور طاقت اپنے اندر ضم کر لے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ امریکہ کے ساتھ تجارتی تعلقات کھو دینا نہیں چاہتا، بلکہ ایسا کر کے دیگر بہت سے ممالک کے ساتھ اس کے تجارتی روابط ٹوٹ جائیں گے، اگر وہ اس خطرہ کو مول لے گا تو امریکہ دنیا کے دیگر ممالک کو اس کے خلاف اکسائے گا۔

7- چین کی نسبت روس کے ساتھ اس کا معاملہ کچھ مختلف ہے، کیونکہ روس وسطی ایشیا کے علاقوں، قفقاز(Caucasus)اور یوکرائن تک کے مشرقی یورپ کے کچھ حصے پر قابو رکھتا ہے، یہ علاقے سویت یونین دور سے اس کے پُرانے علاقے ہیں، امریکہ روس کے ساتھ اس کے خطوں میں مسابقت اور مزاحمت کر رہا ہے، تاکہ ان خطوں میں امریکہ کو استحکام حاصل ہو اور وہ اپنا اثر و نفوذ قائم رکھ سکے، امریکہ اس میں داخل تو ہوا اور وہاں کے بعض علاقوں میں اپنا اثر ورسوخ پھیلانے کی بھی کوشش کی مگر تا حال اس کو استحکام حاصل نہ ہوا۔ جبکہ عین اسی دوران روس پر بہت سے سیاسی، اقتصادی، میڈیا اور نفسیاتی میدانوں میں اس کی طرف سے مسلسل دباؤ ڈالا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روسی حزبِ اختلاف کے الیکسی ناولنی Alexei Navalny کو زہر دیے جانے کے مسئلے پر جواب میں امریکی صدر بائیڈن نے پیوٹن کو "قاتل" کہا۔ اور کہا" گزشتہ سال کے امریکی انتخابات میں روسی مداخلت کی کوشش کے نتائج بھگتنے پڑیں گے، خواہ کریملن کو یہ اصرار ہے کہ بائیڈن کے خیالات درست نہیں۔" بائیڈن نے روس کو مداخلت کی قیمت ادا کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے کہا:" پیوٹن کو اس کی قیمت دینی پڑے گی نیز گزشتہ سال جنوری کے اواخر میں پیوٹن کے ساتھ طویل ٹیلیفونک گفتگو کے دوران اس کو کسی بھی ممکنہ جواب سے آگاہ کیا۔" پیوٹن کے پوچھنے پر کہ نتائج سے آپ کی کیا مراد ہے؟ کہا" جلد ہی دیکھ لیں گے"(اے بی سی نیوز امریکہ 17 مارچ 2021)۔ بائیڈن کا اشارہ روس پر مزید پابندیاں لگانے کی طرف تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پیوٹن کا جواب نہایت کمزور تھا بلکہ گرا ہوا تھا، اس نے کہا" ماسکو واشنگٹن کے ساتھ ہر گز تعلقات منقطع نہیں کرے گا، بلکہ امریکہ کے ساتھ مل کر روس کے مفاد میں کام کرے گا"(رشین ٹیلی ویژن 18 مارچ 2021)، جس سے روس کی کمزوریوں اور اس کے خلاف پابندیوں، دباؤ اور یوکرائن، کریمیا اور یورپ میں امریکی مہم جوئیوں سے اس کے خوفزدہ ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ملحوظ رہے کہ روسی سٹیٹ دوما (پارلیمنٹ) کے صدر ویاچ سلاف وولودین نے بائیڈن کی طرف سے صدر پیوٹن اور اپنے ملک پر یلغار کو"تمام روسیوں کی توہین" سے تعبیر کیا۔ اس نے کہا" بائیڈن نے واضح طور پر ہمارے ملک کے باشندوں کی تذلیل کی، یہ بے بسی سے جنم لینے والی دیوانگی ہے۔ پیوٹن ہمارا صدر ہے، ان پر حملہ ہمارے پورے ملک پر حملہ ہے"(رشیا ٹوڈے 17 مارچ 2021)۔ روس نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ واشنگٹن میں اپنے سفیر کو فقط صلاح و مشورے کے لیے ہی سمن جاری کیا۔ اور صدر پیوٹن کو بائیڈن کے ساتھ کانفرنس کرنے کے لیے کہا، جس کو

امریکہ نے مسترد کردیا، یہ روس کے لیے دوہری ذلت ورسوائی تھی۔ روسی وزارت خارجہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا" افسوسناک امر یہ ہے کہ 19 یا 22 مارچ کو امریکی فریق نے ولادی میر پیوٹن کی طرف سے امریکی صدر جو بائیڈن کے ساتھ بذریعہ ویڈیو کانفرنس کھلم کھلا مذاکرات کی پیشکش کا کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ پیش کش ڈھیر سارے دوطرفہ تعلقات میں پیش آنے والے مسائل اور سٹریٹجک استحکام سے متعلق موضوعات پر گفتگو کرنے کے لیے کی گئی تھی"۔ یوں امریکی فریق نے روس امریکہ تعلقات میں آئے تعطل کی صورتحال سے نکلنے کے لیے راستے کی تلاش کا ایک نیا موقع کھودیا۔ اس کی وجہ واشنگٹن کی غلطیاں ہیں (TASS 22/3/2021)۔

8- اس لیے امریکہ ترکی سے مطالبہ کرتا ہے کہ اب اس کو روس کے لیے اپنی پالیسی چھوڑنی چاہیے، وہ پالیسی شام میں روس کو استعمال کرنے کی امریکی اجازت تھی۔ بلکہ ترکی کو روس پر دباؤ ڈالنے کے لیے متحرک کیا، چنانچہ وزیر خارجہ بلینکن نے اپنے ترک ہم منصب مولود جاووش اوگلو سے 23 مارچ 2021 کو برسلز میں ملاقات کرنے کے بعد کہا" بات یہ ہے کہ انقرہ کے ساتھ عمومی اختلافات کے باجود ترکی کو نیٹو(NATO) میں باقی رکھنا امریکہ اور نیٹو کے مفاد میں ہے۔ اور ترکی طویل المدتی اور بیش قیمت اتحادی ہے۔ (رویٹرز 23 مارچ 2021) اور جب نیٹو کے جنرل سیکرٹری جین سٹولٹن برگ نے ترکی کو نیٹو ممالک کی خدمات اور یورپ کے دفاع پر یہ کہتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا کہ " بلاشبہ ترکی جو یورپی یونین کے ممبر ہونے کے فوائد سے محروم ہے، جس کی سرحدیں شام اور عراق سے ملتی ہیں، جنوب مشرقی سرحدوں پر نیٹو کے دفاع میں انتہائی اہم کردار ادا کررہا ہے۔ (اناطولیہ 6 مارچ 2021) تو اردوگان نے اس پر اپنی مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ پر ٹویٹ کیا: "نیٹو اتحادی کے طور پر ترکی اپنی تمام ذمہ داریاں پوری کرتا رہے گا اور بین الاقوامی امن وسلامتی کی خدمات جاری رکھے گا"۔ چنانچہ ترکی امریکہ کی ہمرکابی کے لیے مستعد ہے، امریکہ ایس 400 کے دفاعی نظام سے علیحدگی کے لیے اس پر دباؤ ڈال رہا ہے، جبکہ قبل ازیں شروع میں اس کو خریدنے کی اجازت دی تھی، یہ اس لیے تاکہ روس کو شام میں امریکہ کی خدمت کے لیے باقی رکھا جائے، امریکہ شام میں شامی حکومت کی حفاظت کرنا چاہتا ہے، لیکن اب امریکہ شام میں روس کے کردار سے بے نیاز ہونے لگا ہے، یہ ترکی پر دباؤ ڈالنے کے لیے ٹرمپ دور کی امریکی پالیسی کا تسلسل ہے۔ چنانچہ بائیڈن

کی سربراہی میں امریکی انتظامیہ نے 5 فروری 2021 کو اعلان کیا کہ "ہمارا موقف اس سودے کے حوالے سے تبدیل نہیں ہوا اور ترکی کو اس سے باز رہنے کی دعوت دی"۔ ترکی نے دستبرداری کا اظہار اس طرح کیا کہ اس نے پیش کش کی کہ اس کے ساتھ یونان جیسا معاملہ کیا جائے یعنی وصول ہونے والے میزائلوں کو استعمال کیے بغیر محفوظ کرنے دیا جائے۔ ترک وزیر دفاع خلوصی اکار (Hulusi Akar) نے کہا" بلاشبہ ترکی ایس 400 کے میزائل سسٹم کے استعمال نہ کرنے کے لیے تیار ہے جو اس نے روس سے خریدے تھے، استعمال میں نہ لانے کی شرط امریکہ کے ساتھ ممکنہ سودے کا حصہ تھا، تاکہ اس مسئلے پر کشیدگی کو کم کیا جاسکے۔" اس نے کہا" جس طرز پر جزیرہ کریٹ اور یونان میں موجود ایس 300 میزائل پر مذاکرات ہوئے تھے، ہم اسی طرز پر اس پر بھی مذکرات کے لیے آمادہ ہیں اور ہمارے دروازے کھلے ہیں (فریڈمز۔ ترکش اخبار 9 فروری 2021)۔ قبرص نے یہ میزائل 1999 میں روس سے خریدے تھے اس پر ترکی نے اعتراض کیا تھا۔ پھر یونان کے ساتھ اس پر معاہدہ ہوا کہ اس کو جزیرہ کریٹ میں محفوظ کیا جائے۔ یہ یونان کی ملکیت میں آئے جن کو یونان نے کبھی استعمال نہیں کیا، صرف 2013 کی مشقوں میں ان میزائلوں کو استعمال میں لایا۔

9- تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ نے روس پر سیاسی، معاشی، میڈیا اور نفسیاتی جنگ کا منصوبہ بنایا ہوا ہے، اسی قسم کے حملے چین کے خلاف ترتیب دیے ہیں۔ امریکی وزیر خارجہ بلینکن (Blinken) نے سینٹ کی موجودگی میں اپنی تقریر میں کہا: "روس ایجنڈے میں سرفہرست ہے۔" اور کہا" ہم نے کئی چیلنجوں پر بات کی ہے۔ روس سلسلہ وار محاذوں کے ذریعے جس چیلنج کی نمائندگی کرتا ہے، یہ بھی گلے پڑنے والا ایک چیلنج ہے" (اناطولیہ 20 جنوری 2021)۔ اور وہائٹ ہاؤس کی پریس سیکٹری جین ساکی (Jen Psaki) نے کہا: "بے شک 2020 کے امریکی انتخابات میں روسی مداخلت کی کوششوں سے متعلق طویل عرصے سے قائم رہنے والے الزامات کی تائید میں امریکی جاسوسی کی رپورٹ کے بعد، روس کو اپنے کرتوتوں کی ذمہ داری اٹھانی پڑے گی۔ اس نے مزید کہا" بلاشبہ بائیڈن انتظامیہ روس سے تعلقات کے حوالے سے مخصوص طریقہ کار پر عمل پیرا ہے جو سابقہ ری پبلکن صدر ٹرمپ کے اختیار کردہ طریقہ کار کے برعکس ہے۔ اس نے کہا: "روسی یقیناً اپنے کرتوتوں کے خود ذمہ دار ٹھہریں گے"

(رویٹرز۔17 مارچ 2021)۔ یہ سب کچھ روس کے خلاف اس کو متعدد مسائل پر بلیک میل کرنے کی نفسیاتی جنگ کا حصہ ہے، نیز یہ سارا دباؤ اس لیے ڈالا جارہا ہے تاکہ روس کو بالخصوص چین کے خلاف استعمال کرسکے، جیسا کہ اس سے پہلے اس کو امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کے خلاف بغاوت برپا کرنے والے شام کے مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہائٹ ہاؤس کی ڈپٹی پریس سیکٹری کیرین جین پیر (Karine Jean-Pierre) نے واضح کیا کہ "امریکی صدر جو بائیڈن عنقریب مناسب وقت پر صدر پیوٹن سے ملاقات کریں گے۔ بائیڈن ہر گز پلٹا نہیں لیں گے، وہ روس کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے کھل کر بات کریں گے" (رویٹرز۔19 مارچ 2021)۔ امریکہ یہ ظاہر کرنے کے لیے جارحانہ اسلوب اپناتا ہے کہ وہ طاقت کی پوزیشن پر ہے، اسی وقت وہ مذاکرات کے لیے سفارتی روابط بھی جاری رکھتا ہے، امریکہ چاہتا ہے کہ دیگر ممالک کمزور موقف پر مذاکرات کریں، وہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے ان ممالک پر جو چاہتا ہے یا جتنا ممکن ہو، لاگو کرتا رہتا ہے۔ اسی اسلوب کو ٹرمپ نے استعمال کیا تھا لیکن بھونڈے طریقے سے، وہ ڈراتا دھمکاتا بھی تھا اور درپردہ امریکی خواہشات اور مطالبات منوانے کے لیے سفارتی روابط بھی بناتا تھا، شمالی کوریا اور چین کے ساتھ یہی کیا۔ جبکہ بائیڈن بھی فی الوقت یہی چاہتا ہے کہ امریکہ کے اندر اپنے اس موقف کو مضبوط کردے کہ اس کی انتظامیہ طاقتور ہے، کمزور نہیں۔

10- امریکہ کی پالیسی میں یہ بھی شامل ہے کہ روس اور چین کے درمیان قربتوں میں دراڑیں ڈالنے کے لیے ان کی لڑائی کروائے، یہی وجہ تھی کہ وہ روس کو اپنے قریب کرتا اور چین کے خلاف اکساتا رہا، تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہی پالیسی اپنائے رکھے گا مگر روس کو رسوا کرنے کے بعد، اسی لیے امریکہ نے روس کے خلاف جارحانہ پالیسی اپنائی تاکہ اس پر دباؤ ڈالے اور چین کے خلاف اس کا ساتھ دینے پر اس کو مجبور کرسکے۔ ملحوظ رہے کہ روس کی بھی یہ چاہت ہے کہ اس کو امریکہ کی قربت حاصل ہو اور اس کو عالمی معاملات کی دیکھ بھال میں اپنے ساتھ شامل کرلے۔ لیکن امریکہ ایسا نہیں چاہتا بلکہ چاہتا ہے کہ اس سے اپنی پالیسی منوائے اور اس کو چین کے خلاف اور دیگر مسائل میں استعمال کرنا چاہتا ہے جیسے اس کو شام میں استعمال کیا۔ تو امریکہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے ساتھ بڑے ملک جیسا معاملہ کرے جن کو امریکہ عالمی امور یا کسی علاقے کے امور میں شریک کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ امریکہ شام کی

صورتحال پر اس کا مقام ترکی کے درجے پر لے آیا جو امریکہ کی ایک طفیلی ریاست کا کردار ادا کرتا ہے۔ تو امریکہ مسلسل غرور، اکڑپن اور خود پسندی میں مبتلا ہو کر روس پر مسلط رہا ہے، ملحوظ رہے کہ اس کا عالمی مقام نیچے اتر گیا ہے، داخلی طور پر یہ زوال کا شکار ہے، گل سڑ چکا ہے اور اندرونی طور پر کھوکھلا ہو چکا ہے۔

11- روس نے امریکہ کے مقابلے میں اپنی پوزیشن مستحکم بنانے کے لیے چین کے ذریعے قوت حاصل کرنے کی کوشش کی، اور شاید روس کو معلوم ہے کہ امریکہ اس کو چین کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے، اسی وجہ سے روس اب تک جھانسے میں نہیں آیا۔ روس کی وزارت خارجہ نے اپنے بیان میں کہا" یہ طے شدہ بات ہے کہ منگل 23 مارچ 2021 کو لاوروف *Lavrov* اپنے چینی ہم منصب وانگ یی کے ساتھ دونوں ریاستوں کے درمیان اسٹریٹیجک ہم آہنگی سے متعلق چند مسائل اور اعلیٰ سطحی روابط کی تنظیم کے حوالے سے بات چیت شروع کرے گا۔ نیز یہ کہ دونوں ملک بین الاقوامی اکثر مسائل کے لیے قریبی یا یکساں موقف کے پابند ہیں، اور خارجہ سیاست میں اپنی کاروائیوں کے لیے مضبوط تنظیم پر متفق ہیں (Novosti 23/3/2021)۔ روسی وزیر خارجہ لاوروف کے دورے کے دوران روس کی وزارت خارجہ نے اعلان کیا کہ " دونوں ممالک نے اچھے پڑوسی ہونے اور باہمی تعاون کا معاہدہ مزید پانچ سالوں کے لیے نیا کر دیا ہے"۔ چینی وزیر خارجہ نے کہا" گزشتہ بیس سال تک اس دو طرفہ معاہدہ نے 'رشیا چائنا' کے دائمی تعلقات کی ترقی میں مضبوط اور قانونی بنیاد ڈالی اور دو طرفہ تعلقات کی تجدید میں بھرپور کردار ادا کیا۔(Novosti 23/3/2021)۔ تاہم ان کے درمیان یہ معاہدہ امریکہ کا مقابلہ کرنے کے لیے مشترکہ عمل اور اتحادی معاہدہ کے انعقاد تک پہنچ نہیں پایا، پس یہ معاہدہ بیس سالہ پرانا معاہدہ ہے، اس معاہدے کے نتیجے میں امریکہ کے خلاف کوئی سنجیدہ مشترکہ عمل وجود میں نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے ہر ملک اپنا دفاع اور امریکہ کے ساتھ مفاہمت اور قریبی تعلقات کے لیے اپنے بل بوتے پر کوشش کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روس چین کے اس طرح قریب ہونا نہیں چاہتا کہ وہ چین پر انحصار کرنے لگے، اس سے اس کے عالمی مرتبہ کو نقصان پہنچے گا کیونکہ وہ امریکہ کے سنگ دوسری بڑی ریاست بننا چاہتا ہے، چنانچہ وہ امریکہ کے مقابلے میں نہیں آنا چاہتا بلکہ

اس کے ساتھ شراکت چاہتا ہے، اور اس کے ساتھ مزید کشیدگی نہیں چاہتا تاکہ امریکہ اس کے لیے یوکرائن، کریمیا، وسطی ایشیا اور قفقاز میں مسائل نہ کھڑے کر دے۔

12- امریکہ نئے سرے سے اپنے اتحادیوں کو اپنے ساتھ ملا کر روس اور چین کا مقابلہ کرنے کا اعلان کرتا ہے، جبکہ اسی وقت وہ اپنے اتحادیوں پر اپنے تسلط کی بھی تجدید کرنا چاہتا ہے، چنانچہ امریکہ وزیر خارجہ بلینکن نے نیٹو کے صدر دفتر کے دورے کے دوران نیٹو کے سیکرٹری سٹولٹن برگ سے ملاقات کے بعد کہا" میں امریکہ کے ٹھوس تعاون کے اظہار کے لیے آیا ہوں، اور امریکہ اپنی شراکتوں کی تجدید کرنا چاہتا ہے، ہم نیٹو کے ممبر ممالک کے ساتھ اتحاد میں پھر سے جان ڈالنا چاہتے ہیں"۔ اور کہا" نیٹو دنیا کے مختلف خطوں میں خطرات کے آگے فیصلہ کن مرحلہ سے گزر رہا ہے۔ اور امریکہ اب افغانستان کے حوالے سے اپنے اختیارات پر نظر ثانی کرنا چاہتا ہے اور وہ اس بارے اپنے اتحادیوں سے صلاح و مشورہ کرے گا"(رویٹرز۔23مارچ 2021)۔ سو امریکہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے، یوں کہ نیٹو اتحادیوں پر اپنا تسلط تازہ کرنا چاہتا ہے، جبکہ یورپ کو ساتھ ملا کر چین اور روس کے ساتھ مقابلہ آرائی کے اعلانات بھی کرتا ہے۔ دوسری طرف وہ جرمنی پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ روسی گیس کو اپنے علاقوں اور یورپ منتقل کرنے لیے Nord Stream 2 گیس پائپ لائن منصوبہ چھوڑ دے، جو روس اور جرمنی کے درمیان بحیرۂ بالٹیک کے اندر سے گزر کر جاتا ہے۔ امریکہ نے گزشتہ سال کے آخر میں دسمبر 2020 میں اس منصوبے میں شریک کمپنیوں پر پابندیاں لگائیں اور بڑے تکبر اور درشت لہجے میں ان سے پائپ بچھانے کا کام روک دینے کا مطالبہ کیا۔ اور امریکہ چاہتا ہے کہ وہ مذکورہ منصوبے کے لیے جرمنی کے پیسوں کے فنڈ پر پابندی عائد کر دے۔ اس پر جرمن کابینہ نے یہ کہتے ہوئے جواب دیا کہ " جرمن اور یورپی کمپنیوں کے خلاف پابندیوں کے ضمن میں بیرونی یک رُخی، جرمن حکومت کے لیے اس بات کو بعید از قیاس سمجھنا ممکن ہے کہ یہ پابندیاں پیسوں کے فنڈ کے ہرگز خلاف نہیں۔۔۔ برلن Nord Stream 2 کی گیس پائپ لائن پر امریکی پابندیوں کو مسترد کرتا ہے، برلن اس کو یورپی خود مختاری کو سبوتاژ کرنے کی نظر سے دیکھتا ہے(سپوٹنیک 1مارچ 2021)۔ امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان نیڈ پرائس نے کہا" وزیر خارجہ بلینکن نے نیٹو کے وزرائے خارجہ بات چیت کے پہلو میں اپنے

جرمن ہم ہم منصب ہائیکوماس کے ساتھ بھی برسلز میں ملاقات کی، بلینکن نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ امریکہ اپنے اتحادیوں اور شراکت داروں کے ساتھ روس کی کوششوں کا مقابلہ کرنے کا پابند ہے، روس ہمارے اجتماعی امن کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے، اسی تناظر میں امریکہ نے Nord Stream 2 کا مقابلہ کرنے پر بھی زور دیا۔(ڈی۔بی۔اے 24 مارچ 2021)۔ یہ ہے وہ پالیسی جس پر امریکہ ٹرمپ دور میں عمل کرتا رہا اور بائیڈن کے دور میں بھی مسلسل اسی پالیسی کو اختیار کیے رکھا ہے۔ تو امریکہ چاہتا ہے کہ وہ روس پر اقتصادی وار کرے اور یورپ کے ساتھ اس کے تعلقات کشیدہ بنائے، اور جرمنی کو امریکی گیس خریدنے پر مجبور کرے جو عمدہ کم اور مہنگی زیادہ ہے!

13- آخر میں، یہ وہ ممالک ہیں جو دنیا میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے ہیں۔ یہ اپنے ظلم سے دنیا کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس کے ممالک اور لوگوں کے خلاف شیطانی منصوبے بناتے ہیں۔ اللہ القوی الجبار نے سچ فرمایا، ﴿أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ * أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ "کیا وہ لوگ نڈر ہو گئے ہیں، جو برے فریب کرتے ہیں اس سے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو۔ یا اُنہیں چلتے پھرتے پکڑے، پس وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں" (النحل: 46-45)

17 شعبان 1442ھ

30 مارچ 2021ء

فہرست

سوال وجواب: دو حدیثوں "کیا خیر کے بعد شر ہو گا" اور "پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہو گی" کو جمع کرنے سے متعلق

(عربی سے ترجمہ)

سائل: محمد شات ابو صباح

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

اُمید ہے کہ میرا خط موصول ہوتے وقت آپ کامل صحت و عافیت کے ساتھ ہوں گے۔

میری خواہش ہے کہ آپ مندرجہ ذیل احادیث کی تشریح کر دیں، کیونکہ بظاہر ان احادیث میں ٹکراؤ نظر آتا ہے ،اوران احادیث کا مطلب سمجھے بغیر ان کو مختلف گروہ ایک دوسرے پر اعتراض کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

پہلے فریق کی حدیث:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: كُنَّا قُعُوداً فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ بَشِيرٌ رَجُلاً يَكُفُّ حَدِيثَهُ فَجَاءَ أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ فَقَالَ يَا بَشِيرُ بْنَ سَعْدٍ أَتَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْأُمَرَاءِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا أَحْفَظُ خُطْبَتَهُ فَجَلَسَ أَبُو ثَعْلَبَةَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً عَاضّاً فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ» ثُمَّ سَكَتَ...

"نعمان بن بشیر نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے،بشیر ایک شخص تھا جو کم بولتا تھا،اس اثنا میں ابو ثعلبہ الخشنی آئے اور کہنے لگے: اے بشیر بن سعد! کیا آپ کو حاکموں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد ہے؟ اس پر حذیفہؓ نے کہا: مجھے آپ ﷺ کا خطبہ یاد ہے،تو ابو ثعلبہ بیٹھ گئے،پھر حذیفہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: تمہارے اندر عہدِ نبوت رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی، جو (اس وقت تک) رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر ان لوگوں کا دورِ حکومت ہو گا جو حکمرانی کو دانتوں سے پکڑے رکھیں گے، جو (اس وقت تک) رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کر دے گا۔ پھر جابرانہ دورِ حکومت ہو گا، جو (اس وقت تک) رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی، اس کے بعد آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔" (مسند احمد)

دوسرے فریق کی حدیث:

((عن حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ «كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ الْخَيْرِ وَأَسْأَلُهُ عَنْ الشَّرِّ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْخَيْرَ لَنْ يَسْبِقَنِي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ يَا حُذَيْفَةُ تَعَلَّمْ كِتَابَ اللَّهِ وَاتَّبِعْ مَا فِيهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ قَالَ هُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْهُدْنَةُ عَلَى دَخَنٍ مَا هِيَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوبُ أَقْوَامٍ عَلَى الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ صَمَّاءُ عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ النَّارِ وَأَنْتَ أَنْ تَمُوتَ يَا حُذَيْفَةُ وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلَى جِذْلٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتَّبِعَ أَحَداً مِنْهُمْ)) حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، "لوگ رسول اللہ ﷺ سے بھلائی کی باتیں پوچھا کرتے تھے، جبکہ میں شر کے بارے میں سوال کرتا تھا کہ کہیں میں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہو گا؟ ارشاد فرمایا: اے حذیفہ! قرآن سیکھو اور اس کی اتباع کرو۔ یہ بات آپ ﷺ نے 3 مرتبہ ارشاد فرمائی۔ میں نے پھر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہو گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دھندلی صلح ہو گی اور داغ دار آنکھوں والے لوگ ہوں گے"۔ میں نے عرض کی: دھندلی صلح کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے دل اس طرف نہیں لوٹیں گے جس پر وہ (پہلے) تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: اندھے، بہرے فتنے رُونما ہوں گے، اس میں مبتلا لوگ دوزخ کے دروازوں پر کھڑے اس کی طرف دعوت دے رہے ہوں گے، اور اے حذیفہؓ، تجھے اس حال میں موت آجائے کہ تم نے کسی درخت کی ٹہنی کو اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھا ہو، یہ ان میں سے کسی کی پیروی کرنے سے بہتر ہے"۔

اب پہلا فریق اس کی تشریح اس طرح کرتا ہے، کہ ان شاءاللہ امت کے پاس خیر آکر رہے گا، اور نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی، پھر وہ اللہ کی شریعت کے مطابق حکومت کرے گی، یہ خیر ہی خیر ہے۔ جبکہ دوسرا فریق حذیفہؓ کی حدیث کو لے کر اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ امت کے اچھے دنوں کا زمانہ بیت چکا، موجودہ وقت فتنوں کا وقت ہے، جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا تھا، اور یہ کہ مسلمان کے لیے لوگوں سے دوری اختیار کرنا اور اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کی خاطر لوگوں سے الگ تھلگ رہنا ضروری ہے۔ دونوں حدیثوں کے بارے میں وضاحت چاہتا ہوں، میری طرف سے احترام واکرام قبول فرمائیں۔

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پہلی حدیث کو امام احمد اور طیالسی نے روایت کیا ہے، اور دوسری حدیث جو سوال میں مذکور ہے، اس کو بھی امام احمد نے روایت کیا، تاہم امام بخاری نے یہ دوسری حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے، **((حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ «كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنْ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ. قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ. قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صِفْهُمْ لَنَا. فَقَالَ: هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا. قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ. قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ**

حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ)) ہم سے ابوادریس خَولانی نے حدیث بیان کی، اُنہوں نے حذیفہؓ بن یمان کو یہ کہتے ہوئے سنا، "لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کی باتیں پوچھا کرتے تھے، جبکہ میں شر سے متعلق پوچھتا رہتا تھا، اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں میں کسی شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں، پس میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم جاہلیت میں تھے اور برے حالات میں جی رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خیر (دینِ اسلام) دیا، تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہو گا؟ فرمایا: ہاں، میں نے پوچھا: اس شر کے بعد کوئی خیر ہو گا؟ فرمایا: ہاں! اس خیر میں دھندلاہٹ ہو گی، میں نے پوچھا: دھندلاہٹ کیسے ہو گی؟ فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو میری سنت (طریقے) کو چھوڑ کر دیگر طریقے اپنائیں گے، ان کے کچھ کام معروف ہوں گے کچھ منکر۔ میں نے عرض کی: کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا؟ فرمایا: ہاں! جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے، جو ان کی بات مانے گا، اس کو اس میں پھینک دیں گے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ان کی صفات بتا دیں۔ ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے ہوں گے، ہماری زبان بولیں گے، میں نے عرض کی: اگر یہ حالات مجھے پر آئے تو آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا۔ میں نے عرض کی: اگر مسلمانوں کا امام نہ ہو یا ان کی جماعت موجود نہ ہو (تو کیا حکم ہے؟) فرمایا: ایسی صورتحال میں، خواہ کسی درخت کی جڑوں کو دانتوں میں پکڑنا پڑے، تمام فرقوں سے الگ تھلگ رہنا، یہاں تک کہ اسی حالت میں تمہیں موت آجائے"۔

محترم بھائی! ایسا لگتا ہے کہ آپ سے ان احادیث کو سمجھنے میں کچھ غلطی ہوئی ہے، جس کی بنا پر آپ نے یہ خیال کیا کہ پہلی حدیث کے آخری الفاظ یعنی ((ثم تكونُ خلافةً على مِنهاجِ نُبُوَّةٍ)) "پھر نبوت کے نقش قدم پر خلافت ہو گی"، دوسری حدیث کے آخری حصے کے ساتھ موافقت میں ہیں، یعنی آپ ﷺ کے اس قول کے ساتھ: ((فتنة عمياء صماء عليها دعاة على ابواب النار)) "اندھے، بہرے فتنے رُونما ہوں گے، اس میں مبتلا لوگ دوزخ کے دروازوں پر کھڑے اس کی طرف دعوت دے رہے ہوں گے"۔ چنانچہ آپ نے پوچھا کہ امت کی حالت کیسے ہو گی؟ پہلی حدیث کی رُو سے نبوت کے نقش قدم پر خلافت ہو گی، جبکہ دوسری حدیث کے مطابق

اندھے، بہرے فتنے رُونما ہوں گے، اس میں مبتلا لوگ دوزخ کے دروازوں پر کھڑے اس کی طرف دعوت دے رہے ہوں گے؟

میرے بھائی ایسی بات نہیں، پہلی حدیث کا آخری حصہ دوسری حدیث کے آخری حصے کے ساتھ (زمانے کے اعتبار سے) ہم آہنگ نہیں کیونکہ حذیفہؓ نے دوسری حدیث کے آخری حصے (یعنی جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے) کے بعد آنے والے دور کے متعلق نہیں پوچھا تھا، بلکہ وہ جس بات کے لیے فکر مند تھے وہ یہ تھی کہ جب ایسے حالات ان پر آجائیں تو وہ کیا کریں، کیونکہ ان کے لیے مسلمانوں کی یہ حالت (جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والوں کا ہونا) نا قابل برداشت تھی، تو ان کے نزدیک یہ سوال اہم تھا کہ مذکورہ حالات کے دوران ان کو کیا کرنا چاہیے؟ انھوں نے یہ نہیں پوچھا کہ ان حالات کے بعد کیا ہوگا۔

دوسری حدیث میں جن حالات کا ذکر ہے تو یہ وہی حالات ہیں جو پہلی حدیث میں مذکور ہیں: یعنی 'جبری حکومت'، یعنی خلافت کے انہدام کے بعد والی حالت، جس کے بعد جبری حکومت کا دور آتا ہے، یعنی جو لوگوں کی خواہش کے برعکس ان پر زبردستی مسلط ہوگی، اس سے مسلمان خوش نہیں ہوں گے، اور جس میں اسلام کی حکمرانی نہیں ہوگی، یہ مسلمانوں کی غیر طبعی حالت ہوگی، اور یہ تب سے شروع ہوئی جب سے 1924 میں خلافت کو معطل کیا گیا، اور اب تک بدستور جاری ہے، ان حالات میں جہنم کے دروازوں پر داعی کھڑے ہونا واضح ہے، اور یہ وہی حالت ہے جو بخاری کی روایت میں ذکر ہے، **(دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا...) "جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے، جو ان کی بات مانے گا، اس کو اس میں پھینک دیں گے"۔**

رہی یہ بات کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ جو دور پہلی حدیث میں مذکور ہے: (یعنی جبری حکومت) وہ بعینہٖ وہی دور ہے جو دوسری حدیث **(دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا...) "جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے، جو ان کی بات مانے گا، اس کو اس میں پھینک دیں گے"**، میں مذکور ہے؟۔۔ تو اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلی حدیث میں مذکور جبر کے دور سے پچھلے دور پر غور کیا جائے اور اسی طرح دوسری حدیث میں اندھے بہرے فتنے والے دور سے سابقہ دور پر غور کیا جائے۔ پہلی حدیث میں جبری حکومت سے

پہلے موروثی حکومت کے دور کا ذکر ہے، یعنی خلیفہ کے گھرانے میں چلتی آرہی خلافت، جو 1300 سال تک اموی، عباسی اور عثمانی خلافت کی شکل میں قائم رہی، اس کے بارے میں ہم نے اپنی کتابوں میں کہا ہے کہ ان ادوار میں اسلام کے نفاذ میں کوتاہی کی گئی، بالخصوص بیعت کے حوالے سے، کیونکہ بیعت میں یہ ہوتا تھا کہ سابقہ خلیفہ کے خاندان میں سے ہی کسی ایک کو بیعت دے دی جاتی تھی، پھر مسلمانوں کو اس کی عادت پڑ گئی، تو بجائے یہ کہ عام مسلمانوں کی رضامندی سے کسی ایک کو بیعت دی جاتی، بیعت خلیفہ کے خاندان میں محصور ہو کر رہ گئی، اس کا مطلب ہے کہ وہ دور بھی خلافت کا ہی تھا، لیکن اس دوران خلیفہ نے خلافت کو گویا دانتوں سے پکڑے رکھا تھا (یعنی خلافت سے چمٹے ہوئے تھے) تاکہ خلافت ان کے خاندان سے باہر نہ جائے۔ دوسری حدیث میں اسی مرحلے کا ذکر کیا گیا ہے جیسے کہ اس سے پہلے گزرا **(هُدْنَةٌ على دَخَنٍ) "اس میں دھندلی صلح ہوگی"**، اور بخاری کی روایت کے مطابق **(خير فيه دخن قلت وما دخنه قال قوم يهدون بغير هديي تعرف منهم وتنكر) "ایسا خیر ہوگا جس میں دھندلاہٹ ہوگی، اس کی دھندلاہٹ کیا ہوگی؟ فرمایا: ایسے لوگ ہوں گے جو میری رہنمائی سے ہٹ کر چلیں گے، ان کے کچھ کام معروف ہوں گے اور کچھ کام منکر"**۔

اس مرحلے کے بعد پہلی حدیث میں رسول اللہ ﷺ ہمیں خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہوگی، جو اس جابرانہ دور حکومت کے بعد ہوگی۔ جہاں تک دوسری حدیث کی بات ہے تو حضرت حذیفہؓ نے اندھے بہرے فتنوں اور ان کے دوران جہنم کی طرف بلانے والوں کے ظہور کے بعد کی صورتحال کے بارے میں نہیں پوچھا، یعنی یہ نہیں پوچھا کہ اس شر کے بعد کیا ہوگا؟ بلکہ انہیں اس قسم کی صورتحال دشوار محسوس ہوئی اور وہ یہ سوال کرنے لگے کہ اگر اس قسم کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے تو انہیں کیا کرنا چاہیے؟

خلاصہ یہ کہ ان دونوں حدیثوں کو مندرجہ ذیل طریقے سے جمع کیا جا سکتا ہے:

1- پہلی حدیث نے جابرانہ حکمرانی کا ذکر کیا ہے، اور اس کے منکرات کی تفصیل نہیں بتائی، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ جابرانہ حکمرانی کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہوگی۔

اور دوسری حدیث کی یہ بات ہے کہ حذیفہؓ نے یہ نہ پوچھا کہ ان اندھے بہرے فتنوں کے بعد کیا ہوگا؟ یعنی یہ نہیں پوچھا کہ اس مرحلہ کے بعد کیا ہوگا، فتنوں کا یہ دور جابرانہ حکمرانی کا ہی دور ہے، جو پہلی حدیث میں آیا ہے۔ بلکہ انہوں نے بس اتنا پوچھا کہ اگر فتنوں کا وہ دور ہم پر آجائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

اسی طرح دونوں حدیثوں کے اختتامی ادوار میں ایک ہی دور کی بات نہیں بلکہ مختلف ہیں: پہلی حدیث کا اختتام نبوت کے طرز پر خلافت پر ہوتا ہے اور یہ جابرانہ دور حکومت کے بعد واقع ہوگا، جبکہ دوسری حدیث جہنم کے دروازوں پر موجود داعیوں کے ذکر پر رک گئی ہے، یعنی جابرانہ دور حکومت۔ حذیفہؓ نے اس حدیث میں بعد والے دور کے بارے میں نہیں پوچھا۔

2- باقی رہا ایک مسئلہ کہ دوسری حدیث کے آخری الفاظ کے بارے میں سوال کا **(وَأَنْتَ أَنْ تَمُوتَ يَا حُذَيْفَةُ وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلَى جِذْلٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتَّبِعَ أَحَداً مِنْهُمْ)**، **"اور اے حذیفہؓ! تجھے اس حال میں موت آجائے کہ کسی درخت کی ٹہنی کو اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھا ہو، یہ ان میں سے کسی کی پیروی کرنے سے بہتر ہے"**۔ اور بخاری کی روایت میں ہے **(قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ)**، **"میں نے عرض کی: اگر میں اس دور کو پالوں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ جڑے رہنا۔ میں نے کہا: اگر کوئی جماعت یا امام نہ پاؤں تو؟ فرمایا: ایسی صورتحال میں، خواہ کسی درخت کی جڑوں کو دانتوں میں پکڑنا پڑے، تمام فرقوں سے الگ تھلگ رہنا، یہاں تک کہ اسی حالت میں تجھے موت آجائے"**۔ تو یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو حق کی تحقیق کیے بغیر دعوت دیتے ہوں گے، ایسے لوگ جہنم کی طرف ہی دعوت دیں گے، اس لیے یہ لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو الگ کیا جائے، لیکن جب حق کا پتہ چلے اور کچھ لوگوں کو دعوتِ حق دیتے ہوئے دیکھے تو ان کے ساتھ ہی چلنا چاہیے، اس صورت میں اپنے آپ کو الگ رکھنا جائز نہیں، بلکہ فقط جہنم کی طرف دعوت دینے والوں سے دور رہنا ضروری ہے۔

مذکورہ طور پر ان دونوں حدیثوں کو سمجھ کر ان کو جمع کرنا ممکن ہے، واللہُ اعلم واحکم!

آپ کا بھائی

عطاء بن خلیل ابوالرشتہ

14رجب1442ھ

بمطابق26فروری2021ء

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر بجٹ میں پاکستان کے حکمران پاکستان کو آئی ایم ایف کی تباہ کُن پالیسیوں میں جکڑ کر اِس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ معاشی بدحالی کا سلسلہ جاری و ساری رہے

آئی ایم ایف کی پالیسیوں کے نتیجے میں ٹیکس اور توانائی کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے نئی صنعتوں کا قیام بہت مشکل ہو جاتا ہے اور پاکستان صنعتی ترقی کے بجائے صنعتی تنزلی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔

زر مبادلہ کی شرح میں کمی کے ذریعے آئی ایم ایف پاکستان کی کم ویلیو ایڈڈ اشیاء اور خدمات کو دنیا کے لیے سستا جبکہ پاکستان کے لیے زیادہ ویلیو ایڈڈ مغربی اشیاء کو مہنگا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پاکستان کی مارکیٹس مغربی اشیاء کے لیے فائدہ مند بن جاتی ہیں اور پاکستان کا معاشی استحصال ہوتا ہے۔

آئی ایم ایف کی پالیسیاں پاکستان کی معیشت کو اس طرح تشکیل دیتی ہیں کہ معیشت کا ہدف عوام کی خدمت کے بجائے بیرونی قرضوں کی ادائیگیاں بن جائے۔

آئی ایم ایف کا پروگرام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پاکستان اپنی معاشی خودمختاری یعنی ٹیکس لگانے اور خرچ کرنے کے حق کو، آئی ایم ایف کے حوالے کردے۔ اس طرح آئی ایم ایف پاکستان کی معیشت کی سمت کا تعین مغربی مفادات کے مطابق کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

آئی ایم ایف دنیا میں امریکی ڈالر کی بالادستی کو برقرار رکھنے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ ڈالر بین الاقوامی ریزرو کرنسی ہے جس کی وجہ سے امریکا اس قابل ہے کہ وہ مہنگائی کے خوف سے بے نیاز ہو کر ڈالر چھاپتا ہے اور دنیا کی اشیاء اور خدمات بہت سستے داموں خرید لیتا ہے۔

#KhilafahEndsSlaveryToIMF

نُصرة

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالی نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن وسنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرمادیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)